بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حجاب فاطمہ نے یہ ناول (آخری محبت) صرف اور صرف نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھا ہے۔ اس ناول (آخری محبت) کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام صرف اور صرف نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کے نام محفوظ کیے جاتے ہیں۔ لہذا کسی بھی ادارے، ڈائجسٹ، سوشل میڈیا، ویب سائٹ یا کوئی بھی فرد بمعہ مصنف کو اس کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں شائع کرنے کی سخت ممانعت ہے۔ عمل درآمد نہ کرنے کی صورت میں قانونی کاروائی کی جائے گی۔

شکریہ

ادارہ: نیو ایرا میگزین

☆☆☆☆☆

ایک خوبصورت بنگلے کے وسیع و عریض لان میں وہ جھولے پر بیٹھی کتاب کا مطالعہ کر رہی تھی جب اسکی سماعت سے ایک آواز ٹکرائی۔

"مجھے تو بہت ہی دکھ ہو رہا ہے یار۔ اتنی اچھی لڑکی تھی وہ"۔ صبا نے مایوسی سے کہا تو روشنی نے بھی اسکی ہاں میں ہاں ملائی۔

"ہاں یار۔ ایک دو دفعہ ملی تھی میں اس سے"۔

"ویسے کسی لڑکے کے لئے خود کو ختم کرنا کوئی عقلمندی تو نہ ہوئی نا"۔ جویریہ نے منہ بسورتے ہوئے کہا۔

"ہوں۔ تمہیں کیا لگتا ہے فیب محبت کیا ہے؟" روشنی نے ادھر آتے جبران اور عمیس کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ وہ اس سے کچھ اگلوانا چاہتی تھی شاید۔

"ارے اس سے کیا پوچھ رہی ہو۔ اسے کیا پتا ہو گا؟" جویریہ بھی انہیں آتا دیکھ چکی تھی سو پٹ سے بولی۔ مقصد اسے بولنے کے لئے اکسانا تھا۔

"مجھے کیوں نہیں پتا ہو گا؟ سب پتا ہے مجھے۔" وہ آنکھیں سکیڑتے ہوئی بولی۔

"لڑکی کوئی چکر تو نہیں چل رہا تمہارا جو ہم سے پوشیدہ ہو؟" روشنی نے آنکھوں میں دنیا جہان کی حیرت سموئے کہا۔ دل خوشی سے چور تھا۔ سحر نے بھی ایک دم اسے دیکھا جو کہہ رہی تھی۔

"شرم کریں آپی"۔ وہ کتاب بند کرتے ہوئے اٹھی۔

"محبت تو مجھ سے بہت سے لوگ کرتے ہیں اور محبت تو میں بھی کرتی ہوں ان سب سے"۔

"بے وقوف لڑکی میں سم ون سپیشل والی محبت کی بات کر رہی ہوں۔ جس میں انسان اپنے آپ کو بہت سپیشل فیل کرتا ہے"۔روشنی نے اس کی عقل پر ماتم کرتے ہوئے کہا۔

"اچھاوہ۔ہاں وہ بھی ہے۔ہے کوئی جو میری ایک آواز پر دوڑتا چلا آتا ہے۔جو میری خوشی میں میرے ساتھ خوش ہوتا ہے اور میری تکلیف پر پریشان بھی ہو جاتا ہے"۔ تھوڑی تلے ہاتھ رکھے وہ آنکھیں گول گول گھماتے ہوئے کہہ رہی تھی۔جانتی تھی کہ سحر اسی کو دیکھ رہی ہے۔ عمیس اور جبران کے قدم ایک دم اس کی بات پر رک گئے تھے۔وہ انکی موجودگی سے بے خبر تھی۔

"ایسا کون ہے؟"روشنی نے تجسس سے پوچھا۔

"ملیں گی؟"وہ ایک دم چہکی۔

"کیوں نہیں"۔جویریہ اشتیاق سے بولی۔پیچھے کھڑے دو وجود بس ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے۔ایک کی آنکھوں میں حیرت تھی تو دوسرے کی آنکھوں میں ملال۔

فیب نے سیٹی بجائی تو گولڈی بھاگتا ہوا اسکے پاس آیا اور اسکی گود میں چڑھ گیا۔اس نے اسے پچکارتے ہوئے ان کو دیکھا اور مسکرا کر سحر کی طرف دیکھا۔

"یہ۔یہ کتا؟"روشنی حیرت سے بولی تو وہ سب قہقہہ لگا کر ہنس دیں۔

"یہ کتا نہیں میرا گولڈی ہے جو مجھ سے بے انتہا محبت کرتا ہے"۔وہ گولڈی کے بالوں میں ہاتھ پھیرتی ہوئی خفگی سے بولی۔

"بے وقوف ہم انسانوں کی بات کر رہے تھے"۔صبا خفگی سے بولی تو وہ ہنس دی۔

"انسانوں میں بھی بہت سے لوگ ایسے ہیں جو مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں"۔ گولڈی کو گود میں اٹھائے وہ کھڑی ہو کر بولی۔

"یار ہم اس محبت کی بات کر رہے ہیں جو۔۔۔۔"جویریہ نے کچھ کہنا چاہا مگر وہ درمیان میں بول پڑی۔

"آپی مجھے پتا ہے کہ آپ کس محبت کی بات کر رہی ہو۔ اتنی محبتوں کے ہوتے ہوئے مجھے کیا غم لگا ہے کہ میں اس جھمیلے میں پڑوں۔ ویسے بھی یہ سب ویلے لوگوں کے کام ہیں۔ ہیں نا ماما؟" مسکرا کر کہتی وہ جانے لگی۔ پیچھے کھڑے عمیس اور جبران بھی ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنس دیئے۔

فیب ابھی دو قدم چلی ہی تھی کہ نہ جانے کیسے اسکا پیر مڑا اور وہ اپنا بیلنس برقرار نہ رکھتے ہوئے سامنے لگے فاؤنٹین سے ٹکرائی۔ سر سے ایک خون کا فوارہ پھوٹا تھا۔ سب اسے دیکھ کر اسکی طرف لپکے تھے۔ اسکا گولڈی تو پریشان ہی ہو گیا تھا۔ وہ کسی کو اسکے پاس ہی نہیں آنے دے رہا تھا۔ عمیس نے بہت مشکل سے اسے فیب سے علیحدہ کیا۔

"گاڑی نکالو جلدی"۔ وہ تیزی سے کہتا اسے سہارا دیکر کھڑا کرنے لگا۔ پاوں پر زور پڑتے ہی درد کی ایک لہر اٹھی تھی۔ بمشکل ضبط کرتے وہ کھڑی ہوئی۔

"گھر میں کسی کو کچھ نہیں کہنا"۔ عمیس سختی سے کہتا اسے سہارا دیکر پورچ کی طرف آیا جہاں جبران گاڑی سٹارٹ کر چکا تھا۔ اسے پیچھے بٹھا کر وہ آگے آگیا۔

"جبران بھائی میں ٹھیک ہوں۔ گھر میں ہی ڈریسنگ کر لوں گی تو ٹھیک ہو جائے گا"۔ سر پر ہاتھ رکھے وہ منمنائی تو ان دونوں نے اسے گھور کر دیکھا۔

"جانتا ہوں میں کہ تم کتنی ٹھیک ہو اور کیوں بہانے بنا رہی ہو"۔ وہ مسکراتے ہوئے بولا تو وہ چڑ گئی۔

"ہاں تو۔ آپ مجھے انجیکشن لگوائیں گے مجھے پتا ہے"۔ وہ منہ بسور کر بولی تو جبران قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

"عمیس بھائی آپ مجھے انجیکشن نہیں لگوائیں گے نا؟" وہ چہرے پر بلا کی معصومیت طاری کر کے بولی تو اس نے بمشکل مسکراہٹ چھپائی۔

"اگر لگوانا ضروری ہوا تو لگواوں گا گڑیا"۔

"مجھے نہیں جانا آپ دونوں کے ساتھ۔ گاڑی روکیں" وہ روہانسی ہو کر بولی۔ جب انہوں نے نہ کوئی جواب دیا اور نہ ہی گاڑی روکی تو اس نے آگے کو ہو کر ڈیش بورڈ سے سیل فون اٹھا لیا۔ فون عمیس کا تھا سو ان دونوں کو یقین تھا کہ اسے اسکا پیٹرن معلوم نہیں ہو گا مگر ان کو تب شاک لگا جب وہ نہ صرف پیٹرن کھول چکی تھی بلکہ ڈیڈی کو کال بھی ملا چکی تھی۔

"ڈیڈی میں ٹھیک نہیں ہوں۔ مجھے چوٹ لگی ہے اور یہ دونوں مجھے ہاسپٹل لیکر جا رہے ہیں۔ یہاں پر نہ تو آپ ہیں اور نہ ہی بابا۔ یہ مجھے ہمیشہ کی طرح انجیکشن لگوا دیں گے"۔ وہ نم لہجے

میں بولی تو فون کے پار موجود آصف صاحب نہ صرف پریشان ہو گئے بلکہ انہیں اپنی اس پیاری سی گڑیا پر پیار بھی آیا۔

"فون دو انہیں میں بات کرتا ہوں"۔

نہیں ڈیدی مجھ سے بات کرتے رہیں۔ مجھے ایسے لگ رہا ہے جیسے آپ میرے ساتھ ہیں"۔

اس کی بات پر اسکی بات سنتے نفوس اسکے لئے دکھی ہوئے تھے۔

"اوکے جیسا میری بیٹی کہے۔ چلو پھر لاوڈ سپیکر پر کرو میں منع کرتا ہوں انہیں"۔ لاوڈ سپیکر پر ان سے بات کرواکر وہ اب اسی پر ان سے بات کر رہی تھی۔

"ڈیڈی آپ کب واپس آئینگے؟"

"جتنی جلدی فلائٹ ملے گی اتنی جلدی آجاوں گا میں"۔ وہ محبت سے بولے تو وہ مسکرا دی۔

"نہیں اپنا کام کر کے آیئے گا۔ میں ٹھیک ہوں"۔

"تم کتنا ٹھیک ہو یہ تمہاری آواز بتا رہی ہے بے بی"۔ عمیر کی آواز فون میں ابھری تو وہ مسکرا دی۔

"بابا میں بڑی ہو گئی ہوں"۔ وہ خفگی سے بولی۔

"میرے لیے اتنی ہی ہو۔ چھوٹی سی پیاری سے گڑیا"۔ وہ پیار سے بولا تو وہ ہنس دی۔

"بابا فون لاوڈ سپیکر پر ہے کچھ لوگ ہماری محبت سے جل رہے ہیں"۔ اتنی تکلیف کے باوجود وہ پٹر پٹر بول رہی تھی۔ عمیس نے مڑ کر اسکے ہاتھ سے سیل فون لے لیا۔

"بھیا ہم ہیں اسکے ساتھ آپ پریشان نہ ہوں۔ ہم خیال رکھیں گے۔ ہاسپٹل آگیا ہے میں بعد میں بات کرواتا ہوں آپ سے"۔ اس کے بعد اس نے کال ڈراپ کر دی۔

"بہت برے ہیں آپ"۔ منہ میں بڑبڑاتی وہ سیٹ کی پشت پر سر رکھ گئی۔ تھوڑی دیر میں وہ ہاسپٹل پہنچ چکے تھے۔ سر سے خون اچھا خاصا بہہ چکا تھا۔ اسکی جگہ کوئی اور ہوتا تو بے ہوش ہو چکا ہوتا۔ ڈاکٹر نے ان دونوں کو اسے ڈرپ لگوانے کا کہا تھا۔ اسکا رد عمل وہ جانتے تھے سو انہوں نے پہلے اسے درد کی دوا کے ساتھ نیند کی دوا کھلوائی اور پھر ڈرپ لگوا دی۔ وہ مطمئن تھے کہ اس کے اٹھنے سے پہلے ہی ڈرپ ختم ہو چکی ہو گی مگر یہ انکی بد قسمتی تھی کہ وہ پہلے ہی اٹھ گئی۔ اس نے تو روم سر پر اٹھا لیا تھا۔ وہ ڈرپ اتار دینا چاہتی تھی۔ جبران اسے قابو کرنے ہی ہر ممکن کوشش کر رہا تھا مگر وہ قابو ہی نہیں آ رہی تھی۔

"آرام سے بیٹھ جاو"۔ انتہائی غصے میں حکم دیتا ہوا وہ کوئی اور نہیں اسال ملک تھا۔ فیب کا تو اسے دیکھ کر ہی حلق کڑوا ہو چکا تھا۔

"انہیں کہیں یہاں سے چلے جائیں"۔ اس نے عمیس کو دیکھتے ہوئے کہا۔ اس نے بے بسی سے جبران کو دیکھا۔ اسکی طبیعت کے پیش نظر وہ تحمل سے بولا۔

"اسال تم پلیز یہاں سے چلے جاو"۔

"کیوں چلا جاوں میں؟ یہ اسکے باپ کا ہاسپٹل نہیں ہے, نہ میں اسکے باپ کا نوکر جو اسکی مرضی سے کام کروں۔ اسے اتنی ہی تکلیف تھی تو یہاں آتی ہی نہ"۔ وہ غصے سے دبی آواز میں چلایا تھا۔ فیب کے چہرے پر ایک تلخ مسکراہٹ ابھری تھی۔ اس نے ایک جھٹکے سے اپنے ہاتھ میں

لگی ڈرپ کو بے دردی سے کھینچ دیا تھا۔ہاتھ سے خون نکلا تھا جسکو نظر انداز کر کے وہ بستر سے نیچے اتری تھی۔پاوں میں موچ کی وجہ سے اس سے ٹھیک سے چلا بھی نہیں جا رہا تھا مگر وہ دروازے کی طرف بڑھی تھی۔عمیس فوراً اسکی طرف لپکا تھا۔

"پلیز گڑیا رکو۔خون نکل رہا ہے ہاتھ سے بیٹھو درد ہو رہا ہو گا۔"وہ اسکے ہاتھ تھامے بولا۔

"اسے کہیں میرے باپ کا نام مت لیا کرے۔مجھے بہت درد ہوتا ہے"۔بے بسی سے کہتی وہ باہر کی طرف نکلی تھی جبکہ جبران نے ملامتی نظروں سے اسے دیکھا تھا جنہیں نظر انداز کرتا وہ باہر نکل گیا۔

آصف صاحب جب گھر پہنچے تو وہ اس وقت بگڑے تیور لئے اپنے کمرے میں بند تھی۔آس پڑوس کے ہر گھر سے ہر بچہ ہر بوڑھا اسکی عیادت کو آچکا تھا۔سب کے سامنے وہ نارمل بیہیو کرتی تھی مگر سلطانہ بیگم جانتی تھیں کہ اپنے غصے اور ناراضگی کا اظہار وہ آصف صاحب کے سامنے ہی کرے گی۔جہاں ایک طرف انہیں وہ دل و جان سے عزیز تھی وہیں اسال سے بھی انہیں اتنی ہی محبت تھی۔نہ جانے کونسی دشمنی تھی کہ وہ ایک دوسرے کو دیکھنے تک کو راضی نہ تھے۔

آصف صاحب کے دستک دینے پر اس نے دروازہ کھولا۔

"عمیس بھائی۔۔۔"وہ انہیں دیکھ کر ایک لمحے کو رکی تھی۔اسے لگا تھا کہ عمیس ہے۔اسکا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔سرخ سوجی ہوئی آنکھوں سے ظاہر تھا کہ وہ رو کر اٹھی ہے۔انہیں دیکھ کر وہ انکے شانے سے لگ گئی۔

"ڈیڈی"۔

"ڈیڈی کی جان کو کیا ہوا ہے؟اتنی کمزور اتنی نازک تو نہیں ہے میری بیٹی۔وہ تو بہت بہادر ہے"۔اسکی پیٹھ تھپتھپاتے وہ اسے پچکارتے ہوئے بولے۔

"ڈیڈی وہ بہت برا ہے۔اسے کہیں مجھ سے بات نہ کیا کرے۔اسے کہیں مجھے میرے باپ کے طعنے نہ دیا کرے"۔آخر میں وہ پھر سے سسک اٹھی تھی۔آصف صاحب کو اپنا دل بند ہوتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

سب کچھ ہنس کر برداشت کر لینے والی فیحہ اعجاز اپنے باپ کے ذکر سے ہی ٹوٹ جایا کرتی تھی۔انکا ذکر ہی اسکے رستے زخموں پر نمک چھڑک دیتا تھا۔اس بات سے سب واقف تھے اسی لئے اسکے سامنے ایسی کوئی بات نہیں کرتے تھے مگر ایک اسال ملک ہی تھا جو انجانے میں ہی سہی مگر اسکے زخموں کو ادھیڑ دیا کرتا تھا۔آصف صاحب کے ساتھ اندر آتی روشنی اور سلطانہ بیگم نے ایک دوسرے کو بے بسی سے دیکھا تھا۔

"سلطانہ اسال کو فون کر کے کہ کہو کل مجھے آفس میں ملے"۔وہ انتہائی غصے اور ضبط سے بولے تھے۔فیب ابھی تک انکے شانے پر سسک رہی تھی۔

"بے بی!"عمیر نے اسکے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا۔اس نے سر نہیں اٹھایا۔یہ اسکی ناراضگی ظاہر کرنے کا ایک طریقہ تھا کیونکہ وہ پچھلے کچھ دنوں سے اسکے سامنے اسال کی تعریفیں کیا کرتا تھا اور اسے اس سے دوستی کرنے کا بھی کہا کرتا تھا۔۔وہ ابھی بھی آصف صاحب کے بانہوں کے حصار میں انکے سینے سے لگی سسک رہی تھی۔عمیر خقد اسے ایسے دیکھ کر تڑپ رہا تھا۔

"عمیر بھائی آپ کی بے بی کو بھوک لگی ہے شاید تبھی تو اتنا رو رہی ہے۔جلدی سے اسے فیڈر پلائیں"۔عمیس نے بھائی کو کہتے ہوئے اسے چھیڑا مگر اس نے کوئی رد عمل نہیں دکھایا۔

"ابی آئیں نا"۔جبران نے باپ کو اندر آنے کا راستہ دیا۔وہ خاموشی سے اپنے چھوٹے بھائی کے ساتھ جا بیٹھے۔

"جبران میری شیرنی مجھ سے بھی ناراض ہے کیا؟" خرم صاحب کی آواز پر اس نے اپنا سر اٹھایا تھا۔ اسکی حالت دیکھ کر سب کے ہی دلوں پر گھونسا لگا تھا۔ خرم صاحب تڑپ کر اسکے بائیں جانب آبیٹھے تھے۔

"کیا ہوا شیرنی؟ کیوں اپنے ابی کو اس عمر میں تنگ کر رہی ہو؟" اسکا سر اپنے سینے پر رکھے وہ اسکی کمر سہلاتے ہوئے بولے۔

"سحر بیٹا جاو جا کر ہمارے لئے اچھا سا ڈنر بناو۔ آج میں اپنی شیرنی کو خود اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلاوں گا"۔ وہ روتی ہوئی سحر سے بولے مقصد اسے وہاں سے بھیجنا تھا۔

"ابی یہ غلط بات ہے۔ مجھے تو آپ کبھی ایسے نہیں کھلاتے۔ یہ آپکی زیادہ لاڈلی ہے کیا؟" جویریہ باپ سے خفگی سے بولی تو وہ مسکرا دیئے۔ وہ خاموشی سے ابی کے سینے سے لگی ہوئی تھی۔ وہ اسکے گرتے ہوئے آنسو محسوس کر سکتے تھے۔ اتنی دیر میں بس فرق اتنا پڑا تھا کہ اب وہ سسک نہیں رہی تھی بس بے آواز آنسو بہا رہی تھی۔

"ابی آپ اور ڈیڈی کی وجہ سے یہ اتنے نخرے دکھا رہی ہے"۔ عمیس نے اسے چھیڑا مگر جواب ندارد۔ سلطانہ بیگم نے کسی احساس کے تحت ابی کو پکارا۔

"بھائی صاحب اسے ایک دفعہ چیک کریں"۔انکی آواز میں لغزش نمایاں تھی۔سب نے چونک کر اسے دیکھا۔ابی نے کانپتے ہاتھوں سے اسے خود سے علیحدہ کیا تو وہ بے جان سی ایک طرف لڑھک گئی۔

اسکی آنکھ کھلی تو وہ آپا جان کے پہلو میں موجود تھی۔یہ ابی اور انکا کمرہ تھا۔وہ چلنے پھرنے سے معذور تھیں تو انکے اسرار پر عمیر اسے وہیں لٹا گیا تھا۔

ڈپریشن اور سر پر لگنے والی چوٹ کی وجہ سے وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔فوری طور پر ڈاکٹر کو بلوایا گیا تھا۔آپا جان جو سب باتوں سے بے خبر تھیں اچانک گھر میں ہونے والی افراتفری کے باعث سب جان گئی تھیں۔وہ ایک ننھی سی جان اس گھر بھر کی لاڈلی تھی۔سب اسکی وجہ سے فکر مند تھے۔فکر مند تو اسال ملک بھی تھا جسے پل پل کی خبر تھی کہ اس گھر میں کیا ہو رہا تھا مگر اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ ان لوگوں کو اس وقت فیس کر پاتا۔

اس نے ایک نظر آپا جان کو دیکھا اور انکا بازو سیدھا کر کے سر انکے بازو پر رکھ کر آنکھیں موند گئی۔آپا جان نے اسے اپنے اندر سمیٹا اور اسکے ماتھے پر پیار کرتے ہوئے دعائیں دیں۔وہ چند لمحوں میں پھر سے نیند کی آغوش میں چلی گئی تھی۔

صبح اسکے اٹھنے سے پہلے تک تھوری تھوڑی دیر بعد کوئی نہ کوئی اسکے روم کا چکر لگا تا رہا تھا۔اب بھی عمیر اسے دیکھنے آیا تو وہ اٹھ گئی تھی۔

"کیسا ہے میرا بے بی؟"اس نے اسکے ماتھے کو چھوتے ہوئے پوچھا۔

"میں بڑی ہو گئی ہوں بابا"۔اس نے خفگی سے کہا تو وہ ہنس دیا۔

"میرے لئے تو ابھی بھی چھوٹی سی ہو"۔عمیر نے اسکے بالوں کو سہلایا تو وہ بمشکل مسکرائی۔

"پرامس کریں اب آپ اور ڈیڈی اکٹھے مجھے چھوڑ کر نہیں جائیں گے"۔

"نہیں جائینگے۔خوش؟"

"بہت"۔وہ خوشی سے چہکی۔

"سب بھول جاو گڑیا۔ماضی میں کب تک الجھی رہو گی۔جو ہوا اسے اللہ پر چھوڑ دو۔کن کے لئے اپنی حالت خراب کر لیتی ہو؟جو تم سے پیار کرتے ہیں انکا سوچو۔اوکے؟"عمیر کی بات پر اس نے نم آنکھوں سے سر ہلا دیا۔

"چلو پھر جلدی سے فریش ہو جاو۔میں سحر کو بھیجتا ہوں تمہاری ہیلپ کر دے گی"۔اسکے گال تھپتھپاتا ہوا وہ باہر چلا گیا۔

عالمگیر صاحب کے دو بیٹے تھے آصف اور خرم۔آصف اور سلطانہ بیگم جو کہ انکی چچازاد تھیں انکے دو بیٹے عمیر اور عمیس اور بیٹیاں جویریہ اور صبا تھیں جبکہ ان سے بڑے خرم صاحب اور میمونہ یعنی کہ آپا جان کے ایک بیٹا جبران اور بیٹی سحر اور روشنی تھی۔عالمگیر صاحب کی اکلوتی بیٹی نورین تھی۔فیحہ انکی سب سے چھوٹی اور لاڈلی بیٹی نورین کی ہی بیٹی تھی۔وہ انکی شادی کے آٹھ سال بعد پیدا ہوئی تھی۔

وہ چار سال کی تھی جب اسکی ماں کا انتقال ہوا۔چار سال کی فیحہ کو نانا جان اور اسکے ابی گھر لے آئے تھے۔وہ انتہائی خوفزدہ اور سہمی ہوئی بچی تھی۔اسکے ساتھ کیا ہوا اس گھر میں بس وہ دونوں ہی جانتے تھے۔

اس انتہائی خوبصورت شہد براون آنکھوں والی بچی کو سب نے پیار سے ہاتھوں ہاتھ لیا تھا۔ عمیر کے لئے وہ بے بی تھی تو عمیس کے لئے گڑیا۔ جبران کے لئے وہ بلی تھی جبکہ لڑکیاں اسے پرنسز کہتی تھیں۔ وہاں سب اس سے بڑے تھے سو وہ انکے لئے ایک کھلونا تھی۔

عمیر اور سحر کی شادی چھ سال پہلے ہو چکی تھی۔ عمیس اور روشنی کی تین اور جبران اور جویریہ کی ڈیڑھ سال پہلے۔ صبا کی منگنی بھی اپنے ماموں زاد سے ہو چکی تھی۔ گھر میں ایک وہ ہی چھوٹی بچی تھی۔ سب کی لاڈو۔ عمیر نے تو اعلان کر دیا تھا کہ وہ اسکی بیٹی ہے۔

سحر اسے سہارا دیتی باہر لائی۔ عمیر نے آگے بڑھ کر اسے سہارا دیا۔ سب نے اسے پیار کیا تھا۔ ابی تو اسے ساتھ لگائے نہ جانے کتنی دیر بیٹھے رہے۔ آپا جان اس پر دم کرتی رہیں اور سلطانہ بیگم اسے کھانا کھلانے کی کوشش۔ کھانے کے بعد سب لاونج میں تھے جب تہمینہ وہاں آئیں۔ شرمندہ شرمندہ سی وہ سلام کر کے اسکی طرف بڑھیں۔ وہ ابی اور آپا جان کے درمیان میں بیٹھی تھی۔ اسکا ماتھا چوم کر وہ نم لہجے میں بولیں۔

"کیسی ہو؟"

"ٹھیک ہوں آنی"۔وہ بمشکل مسکرائی۔ تہمینہ سلطانہ کی بہن اور اسال کی ماں تھیں۔سلطانہ کی زبانی انہیں سب پتا چلا تھا۔فیب سب کی طرح انہیں بھی آنی ہی کہتی تھی۔وہ ابی اور ڈیڈی کی چچازاد تھیں۔

"آئی ایم سوری بیٹا مجھے بہت افسوس ہے کہ۔۔۔۔"ابھی وہ کچھ کہتیں اس سے پہلے ہی وہ ٹوک گئی۔

"کم آن آنی آپ نے کیا کیا ہے جو ایسے کہہ رہی ہیں؟جو ہونا تھا ہو گیا چھوڑیں سب"۔کتنی آسانی سے وہ انہیں شرمندگی سے بچا گئی تھی وہ اور سلطانہ دیکھ کر حیران رہ گئیں۔

"ماما مجھے روم میں چھوڑ دیں پلیز"۔وہ سحر سے بولی جو تھوڑے فاصلے پر کھڑی تھی۔

"ناراض ہو؟"تہمینہ نے اسکا ہاتھ پکڑ کر پوچھا۔

"بہت زیادہ"۔

"آئی ایم۔۔۔"

"سوری ایکسیپٹ نہیں کرونگی میں۔خالی خولی ہاتھ میری تیمارداری کرنے آئی ہیں آپ۔ایسے بھی بھلا کوئی آتا ہے؟مجھے پرامس کریں جب میں ٹھیک ہو جاوں گی تو مجھے قیمے کا پراٹھا کھلائیں گی"۔اسکی بات پر وہ ہلکا سا مسکرادیں۔سحر اسے لئے روم میں آگئی۔

"تم کب سے پیٹو بن گئی ہو جو آنی سے کھانے کی فرمائشیں کر رہی ہو"۔وہ اسے بٹھاتے ہوئے بولی۔

"وہ شرمندہ تھیں اس لئے میں نے ایسے ہی کہہ دیا۔میں نہیں چاہتی کہ میری وجہ سے کچھ الٹا ہو"۔سحر تو اپنی اس بیٹی کو دیکھ کر رہ گئی۔

"ہیلو بیوٹیفل"۔

"سلمان بھائی آپ؟آپ کب آئے اور یہاں کیا کر رہے ہیں؟"وہ ڈیپارٹمنٹ کے باہر کھڑی تھی جب سلمان اسے دیکھ کر وہاں آیا۔

"دوست کے ایڈمیشن کے لئے آیا تھا مگر تم؟"وہ اسے اکیلے دیکھ کر حیرت سے بولا۔

"میں اپنے ایڈمیشن کے لئے آئی تھی"۔وہ خوشی سے بتانے لگی۔

"ارے واہ۔ ہو گیا ایڈمیشن؟ یا کچھ ہیلپ کروں؟"

"نہیں بس چالان جمع کروانے تھے۔ عمیس بھائی گئے ہیں"۔

"اوہ اچھا"۔ عمیس کے نام پر اسکا منہ کڑوا ہوا۔
"سب ٹھیک ہیں گھر پر؟"

"جی"۔

"ویسے تم مجھے بھی کہہ سکتی تھیں۔ میں کروا دیتا تمہارا ایڈمیشن"۔ وہ اسے غور سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"وہ عمیس بھائی یہیں ہوتے ہیں تو انہوں نے کروا دیا"۔

"تمہارے عمیس, عمیر اور جبران بھائی مجھ سے زیادہ عزیز ہیں تمہیں"۔ وہ خفگی سے بولا۔

"ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔ سب کی اپنی اپنی جگہ ہوتی ہے"۔ وہ بس اتنا ہی کہہ سکی۔

"اور میری جگہ کہاں ہے؟"

"مجھے آپکی باتوں کی سمجھ نہیں آرہی"۔وہ نا سمجھی سے بولی۔

"تمہیں سب سے اچھا کون لگتا ہے؟میرا مطلب ہے تم سب سے زیادہ محبت کس سے کرتی ہو؟"وہ اسکے چہرے کے تاثرات نوٹ کرتے ہوئے بات بدل گیا۔

"بابا سے"۔

"اور تم سے سب سے زیادہ محبت کون کرتا ہے؟"

"ویسے تو سب ہی کرتے ہیں پر سب سے زیادہ بابا ہی کرتے ہیں"۔اسکے چہرے کی چمک دیکھ کر اسے اچھا نہیں لگا۔

"تمہیں صرف ان لوگوں کی ہی محبت کیوں نظر آتی ہے؟"اس کے سوال پر اس نے نا سمجھی سے اسے دیکھا تبھی سلمان کی کال آگئی۔

"بیوٹیفل فی الحال مجھے جانا ہے۔اب تو ملاقات ہوتی رہے گی۔اللہ حافظ "۔وہ اسکی طرف مسکراہٹ اچھالتا چلا گیا جبکہ ان سے کچھ فاصلے پر کھڑے اسال نے سب کچھ سن لیا تھا۔وہ اسکے ساتھ سلمان کو دیکھ کر ہی وہاں آیا تھا۔

عمیس کو میسج کرتا وہ وہاں سے چلا گیا۔

"کیا ہوا؟" عمیس نے اسے زمین کو گھورتے دیکھ کر پوچھا۔وہ ابھی بھی سلمان کی بات سمجھنے سے قاصر تھی۔

"کچھ نہیں۔چلیں"۔وہ سر جھٹک کر بولی۔

"ہاں چلو گھر پر سب تمہارا انتظار کر رہے ہونگے"۔وہ گاڑی کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔

"مجھے تو بابا کے پاس جانا ہے"۔

"مگر۔۔۔اچھا چلو چلتے ہیں"۔وہ پارکنگ میں آئے تو فون پر مصروف عمیس نے ایک نظر اسے دیکھ کر گہرا سانس لیا۔

"گڑیا ایک بات کرنی تھی"۔

"کیا ہوا بھیا؟" وہ حیرانی سے بولی۔

"ناراض تو نہیں ہو گی نا"۔

"پہلے کبھی ہوئی ہوں؟" وہ مسکرا کر بولی۔

"وہ۔ وہ دراصل اسال کو لفٹ چاہیئے۔ اسکی گاڑی خراب ہو گئی ہے۔ اسے بھی آفس ہی جانا ہے"۔ وہ ایک ہی سانس میں بولا۔ وہ خاموش رہی۔

"اگر تم نہیں چاہو گی تو میں منع کر دوں گا"۔

"آپکی مرضی جو مرضی کریں"۔ وہ سر جھٹک کر بولی۔

"تم ناراض نہ ہو میں منع کر دیتا ہوں"۔ وہ نرمی سے بولا۔

"رہنے دیں۔بس انہیں اتنا کہیئے گا کہ وہ مجھ سے بات بھی نہ کریں اور میں پیچھے نہیں بیٹھوں گی"۔وہ منہ بسور کر کہتی ہوئی فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی۔

عمیس نے مسکرا کر اسال کو آنے کا ٹیکسٹ کر دیا۔پانچ منٹ بعد وہ وہاں تھا۔فرنٹ پر اسے بیٹھا دیکھ کر اس نے عمیس کو دیکھا جو مسکرا کر کندھے اچکا گیا۔وہ سر جھٹک کر پیچھے بیٹھ گیا تو عمیس نے گاڑی چلا دی۔

"گڑیا کیا کھاو گی؟"وہ ایک نظر اس پر ڈال کر بولا جو سامنے دیکھ رہی تھی۔پہلے والی ایکسائیٹمنٹ اب ختم ہو گئی تھی۔وجہ یقینا اسال کی موجودگی تھی۔

"کچھ نہیں"۔

"کیوں بھئی۔تم نے تو صبح سے کچھ بھی نہیں کھایا"۔اسکی بات پر بظاہر موبائل پر مصروف اسال نے نظر اٹھا کر ان دونوں کو دیکھا۔

"بھیا آفس میں کچھ کھالوں گی"۔وہ ہولے سے بولی۔

"جیسے تمہاری مرضی"۔

"سلمان ملا تھا تمہیں؟" کچھ دیر بعد جیسے ہی اسے یاد آیا پوچھنے لگا۔ اسکی بات پر اس نے خوشی سے مڑ کر اسے دیکھا۔

"ہاں میں تو بتانا ہی بھول گئی۔ آپکو پتا ہے وہ بھی یونیورسٹی میں ہوتے ہیں۔ اپنے کسی دوست کا ایڈمیشن کروانے آئے تھے"۔ وہ خوشی سے بولی۔

"کیا کہہ رہا تھا وہ تمہیں"۔ وہ سرسری انداز اپناتے ہوئے بولا۔

"وہ کہہ رہے تھے۔۔۔ ایک منٹ ایک منٹ۔ آپ تو وہاں تھے بھی نہیں پھر آپکو کیسے پتا چلا کہ وہ مجھ سے ملے تھے"۔ وہ ایک دم چونک کر حیرت سے بولی۔

"آفس کی ونڈو سے دیکھا تھا میں نے"۔ وہ مسکرا کر بولا۔

"ہوں"۔ اس سے پہلے کہ وہ دوبارہ پوچھتا آفس آگیا۔

"چلو عمیر بھیا اور ڈیڈی تمہیں دیکھ کر خوش ہو جائیں گے۔ سب سے پہلے ڈیڈی کے آفس میں جاو گی تم تب تک میں کچھ کھانے کو بھیجتا ہوں"۔ عمیس اپنی سیٹ بیلٹ کھولتے ہوئے بولا۔

"نہیں۔ آپ لیٹ ہو رہے ہیں۔ پہلے میٹنگ اٹینڈ کر لیں۔ تب تک میں اپنے دوستوں سے مل لوں"۔ وہ گاڑی سے اترتی ہوئی بولی تو دونوں نے ایک دم اسے دیکھا۔

"تمہیں کس نے بتایا میٹنگ کا؟" وہ حیرت سے بولا تو وہ مسکرا دی۔

"بس مجھے پتا ہے۔ اب جلدی سے جائیں پھر مجھے گھر چھوڑ کر آیئے گا"۔

"تھینک یو گڑیا"۔ وہ اسے ساتھ لگاتے ہوئے بولا۔

"تھینکس کی کیا بات ہے بھیا"۔ تبھی اسے مسز کاظمی نظر آئیں تو وہ اسے گڈ لک کہہ کر انکی طرف بڑھ گئی۔

وہ سب میٹنگ کے بعد عمیر کے آفس میں آئے تھے کہ وہ جانتے تھے وہ وہیں موجود ہو گی۔ وہ توقع کے عین مطابق وہیں پر تھی۔ عمیر کی چیئر پر بیٹھی وہ ٹیبل پر سر رکھے سونے کا شغل فرما رہی تھی۔ اسال نے اسے دیکھ کر سر جھٹکا۔

"شیرنی رات بھر سوئی نہیں ہے شاید"۔ ابی نے مسکرا کر کہا۔

"بالکل ایکسائیٹڈ جو اتنا تھی"۔ عمیر بولا تو وہ سب ہنس دیئے۔ تبھی پی ان اندر آیا۔

"سر آپکے کہنے پر میں میم کے لئے سینڈوچز لایا تھا مگر وہ سو چکی تھیں"۔ وہ سر جھکائے بولا تو عمیر نے اسے جانے کا کہا۔ ڈیڈی اسکی طرف آئے اور اسکے سر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے پکارنے لگے۔ اس نے بمشکل آنکھیں کھولیں۔ پہلے تو وہ انہیں خالی نظروں سے دیکھتی رہی پھر جب اسے لگا کہ خواب نہیں حقیقت ہے تو ایک دم اٹھ کر ان سے لپٹ گئی۔

"کیا ہوا ہے میری بیٹی کو؟" وہ اسے خود سے الگ کرتے ہوئے بولے پھر اسکی آنسوؤں سے بھری سرخ آنکھیں دیکھ کر ٹھٹھک گئے۔ انہوں نے بے بسی سے بھائی کو دیکھا۔

"شیرنی بنا بتائے آفس آئی ہو اور ملی بھی نہیں"۔ابی خفگی سے بولے تو وہ آنکھیں صاف کر کے انکے پاس آئی۔انہوں نے اسے گلے لگا لیا۔

"میرا شیر بچہ"۔وہ اسکا ماتھا چومتے ہوئے بولے۔

"بے بی کیا کھاو گی؟"وہ عمیر کے گلے لگی ہوئی تھی جب اس نے اسے پیار کرتے ہوئے پوچھا۔

"مجھے گھر جانا ہے بابا۔مجھے نیند آرہی ہے"۔وہ نیند میں ڈوبی آواز میں بولتے ہوئے کوئی معصوم سی بچی لگ رہی تھی۔

"چلو میں چھوڑ دیتا ہوں"۔عمیر نے پیار سے کہا۔

"نہیں آپ کام کریں میں ڈیڈی کے ساتھ جاوں گی"۔

"کبھی اپنے ابی کے ساتھ بھی چلی جایا کرو"۔ابی مصنوعی خفگی سے بولے۔

"آپ کو تو جبران بھائی کے ساتھ ہاسپٹل جانا ہے نا"۔

"سب پتا ہے اس دادی اماں کو"۔ عمیس نے اسکے ماتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

"بابا دیکھیں انہیں"۔ عمیر نے اسکے سکارف سے نکلتے ایک دو بالوں کو انگلی سے سکارف میں کرتے ہوئے عمیس کو گھورا۔

"مجھے شام کو ڈنر پر لیکر جائینگے نا؟" اس نے عمیر کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کس خوشی میں؟" عمیس درمیان میں بولا۔

"آپ نے پرامس کیا تھا کہ میرے ایڈمیشن کی خوشی میں ڈنر کروائیں گے"۔ وہ اسے دیکھتے ہوئے بولی تو وہ مسکرا دیا۔

"ٹھیک ہے۔ سب چلیں گے"۔

"سب نہیں چلیں گے بس میں, آپ اور ماما جائیں گے"۔ وہ خفگی سے بولی۔

"دیٹس ناٹ فیئر"۔ عمیس نے منہ بسور کر کہا تو وہ ہنس دی پھر عمیر کے کان میں کچھ کہہ کر ڈیڈی کے ساتھ باہر نکل گئی۔

رات کو عمیر اسکے پاس آیا تو وہ بستر میں منہ دیئے پڑی تھی۔

"بے بی جانا نہیں ہے کیا ڈنر پر؟"

"جانا ہے بٹ مجھے فیور ہو رہا ہے"۔وہ بے چارگی سے بولی۔

"فیور کیوں ہو گیا؟ صبح تو ٹھیک تھیں"۔وہ پریشانی سے اسکا بخار چیک کرنے لگا۔

"پتا نہیں"۔وہ نقاہت سے بولی تو وہ پریشان ہو گیا۔ تبھی سحر اسکے لئے کھچڑی لیکر آئی۔روشنی اور جویریہ بھی ساتھ تھیں۔

"اسکی طبیعت کب سے خراب ہے"؟اس نے سنجیدگی سے سحر سے پوچھا۔

"شام کو اٹھی تھی تب سے بخار ہے"۔

"اور مجھے کسی نے بتانا بھی ضروری نہیں سمجھا"۔اس نے ایک نظر ان سب کو دیکھ کر کہا۔

"مجھے ایک کال نہیں کر سکتی تھیں"۔اس نے سحر کو گھورتے ہوئے کہا۔

"کیوں ڈانٹ رہے ہیں میری ماما کو"۔وہ سحر کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچتے ہوئے بولی۔

"میں نے منع کیا تھا۔اب آپ کسی کو کچھ نہیں کہیں گے ورنہ میں ناراض ہو جاوں گی"۔وہ منہ پھلائے بولی۔

"اچھا چلو ڈاکٹر کے چلیں"۔عمیر اسکا ہاتھ پکڑ کر بولا۔

"ڈیڈی نے چیک کروا دیا ہے۔دوائی بھی کھلا دی ہے"۔روشنی نے جلدی سے بتایا۔

"لاو مجھے دو میں اپنی بے بی کو خود کھلاوں گا"۔وہ سحر کے ہاتھ سے باول لیتا ہوا بولا۔سحر نے خاموشی سے اسے باول پکڑا دیا۔جویریہ اور روشنی باہر نکل گئے۔سحر جانے لگی تو اس نے اسکا ہاتھ پھر سے پکڑ لیا۔

"میری ماما سے سوری کریں۔ آپ نے انہیں میری وجہ سے ڈانٹا ہے"۔ وہ خفگی سے بولی۔

"کیسی باتیں کر رہی ہو۔ وہ بس تمہاری وجہ سے پریشان تھے اس لئے کہہ دیا۔ اور ڈانٹا کب ہے؟ اسے ڈانٹنا تھوڑی نا کہتے ہیں"۔ سحر مسکرا کر اسے سمجھانے لگی۔

"ٹھیک ہے بٹ آئندہ آپ ماما کو نہیں ڈانٹیں گے"۔ وہ عمیر کو وارن کرتے ہوئے بولی تو وہ مسکرا دیا۔

"ٹھیک ہے دادی اماں۔ اب یہ کھالو"۔

عمیر اور سحر کو وہ لڑکی بہت ہی عزیز تھی۔ جب وہ اس گھر میں آئی تھی تب انکی شادی کو چھ سال ہو چکے تھے۔ سحر کی گود ابھی بھری نہیں تھی سو لوگ اسے باتیں سناتے تھے۔ تب عمیر سب کو ایک ہی بات کہہ کر چپ کروا دیتا تھا کہ جب اللہ نے اولاد دینی ہو گی تب دے دیگا۔ سلطانہ بیگم نے سحر کو کبھی اس بات کا طعنہ نہیں دیا تھا کہ وہ جانتی تھیں کہ اللہ کے فیصلوں کے آگے بندہ کچھ نہیں کر سکتا۔ تب فیحہ کا انکی زندگی میں آنا بہت خوشگوار تھا۔

وہ چار سال کی بچی اپنی عمر سے چھوٹی دکھتی تھی۔ڈری ڈری سہمی سہمی فیب عمیر کو بہت معصوم لگتی تھی۔وہ اسے بے بی کہہ کر پکارتا تھا۔اسکی محبت ہی تھی جو وہ اس سے سب سے پہلے فری ہوئی تھی۔سحر اور وہ جب بھی باہر جاتے تو وہ اسے ساتھ لیکر جانے لگے کہ اسکا دل بہل جائے۔کئی مرتبہ تو لوگ انہیں اسکے ماں باپ سمجھتے تھے۔تب سے وہ دونوں اسے اپنی بچی کی ہی طرح ٹریٹ کرنے لگے تھے۔

اسکی یونیورسٹی شروع ہو چکی تھی۔جبران اور عمیس اسے لیکر جاتے اور واپس لاتے تھے۔عمیس کے وہاں لیکچرز ہوتے تھے جو عمیر کے کہنے پر اس نے سٹارٹ کئے تھے تاکہ فیب کو کوئی پریشانی نہ ہو۔سلمان سے اسکی ملاقات اکثر ہوتی تھی۔جس میں زیادہ ہاتھ سلمان کا ہی تھا۔اکثر فری لیکچر میں وہ اسے لیکر بیٹھ جاتا تھا۔آج بھی وہ اسے کینٹین میں لیکر بیٹھا ہوا تھا۔

"فیبی تمہیں ماما بہت یاد کر رہی تھیں۔کہہ رہی تھیں کہ میں کبھی تمہیں گھر لاوں"۔اسکی بات پر وہ مسکرا دی۔

"آوں گی کبھی"۔وہ ادھر ادھر دیکھتے ہوئے بولی۔

"ہر دفعہ یہی کہتی ہو"۔وہ منہ بسور کر بولا۔

"اچھا سنو اگلے ہفتے حنا برتھ ڈے ہے اس میں تو آو گی نا؟" وہ کچھ سوچ کر بولا۔

"میں بابا سے پوچھ کر بتاوں گی"۔

"یار تم بچی ہو کیا جو بابا سے پوچھو گی۔ ہم کزنز ہیں انکا کیا رائٹ ہے کہ وہ تمہیں روکیں؟" وہ چڑ کر بولا۔

"میری زندگی پر سب سے زیادہ رائٹ اس گھر کے لوگوں کا ہے اور خبردار جو آپ نے آئندہ ایسی کوئی بات بھی کی تو۔ میں آپکی انہی فضول باتوں کی وجہ سے آپکے ساتھ نہیں بیٹھتی ہوں۔ بھائی ہیں آپ میرے بہت عزت کرتی ہوں آپکی میں مگر اسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ میرے گھر والوں کے بارے میں کچھ الٹا سیدھا بولیں"۔ وہ غصے سے کہہ کر وہاں سے چلی گئی جبکہ پیچھلی ٹیبل پر بیٹھے اسال نے نہ صرف یہ سب سنا تھا بلکہ ہلکا سا مسکرایا بھی تھا۔

"ماما آپ اتنا تیار کیوں ہو رہی ہیں؟" وہ سحر کو تیار ہوتا دیکھ کر بولی۔

"بے بی مجھے عمیر کے ساتھ ڈنر پر جانا ہے۔بتایا تو تھا بلکہ پوچھا بھی تھا کہ ساتھ چلو"۔وہ مسکرا کر بولی۔

"تو مجھے کون تیار کرے گا؟"وہ حیرت سے بولی۔

"میری بلی نے کہاں جانا ہے؟"جبران جو ابھی عمیر کے کپڑے لیکر اندر آیا تھا اسکی بات پر بولا۔

"مجھے حنا کے گھر جانا ہے۔اسکی برتھ ڈے ہے"۔وہ منہ بسور کر بولی۔

"جانا نہیں چاہتی تو نہ جاو"۔سحر اسکے منہ پر بے زاری دیکھ کر بولی۔

"پھپھو نے انسسٹ کیا ہے"وہ منہ لٹکا کر بولی۔حنا اعجاز کی بھانجی اور سلمان کی بہن تھی۔

چلو میں تیار کر دیتی ہوں"۔وہ مسکرا کر بولی۔

"نہیں آپ جائیں۔میں روشنی آپی سے تیار ہو جاوں گی"۔

"میری جان جب میں کر رہی ہوں تو کیا پرابلم ہے؟"

"ماما آپ بہت بہت اچھی ہیں مگر ابھی آپ لیٹ ہو جائیں گی۔ آپ جائیں میں ہو جاوں گی ان سے تیار"۔ وہ اسکے گلے میں بانہوں کا ہار ڈالتے بولی اور باہر نکل گئی۔

وہ گاڑی میں ہی تھی جب اس نے سامنے ہال میں دیکھا۔ وہاں لڑکے لڑکیاں سب موجود تھے۔ اس نے حیرت سے سامنے دیکھا پھر جلدی سے سر کو اچھے سے ڈھانپا۔

"واپس چلیں"۔ وہ عمیس سے بولی جو کسی سے فون پر بات کر رہا تھا۔ فون رکھتے ہوئے بولا۔

"کیوں کیا ہوا؟"

"یہاں سب لڑکے لڑکیاں اکٹھے ہیں"۔ وہ خفگی سے بولی۔

"تو یونیورسٹی میں نہیں ہوتے کیا؟" وہ نا سمجھی سے بولا۔

"بھائی میں نے اسکارف نہیں لیا ہوا اوپر سے روشنی آپی نے میک اپ بھی اتنا کر دیا ہے۔ میں ایسے نہیں جاوں گی"۔ وہ خفگی سے بولی۔

"اچھا چلو موڈ اچھا کرو گھر چلتے ہیں"۔ ابھی وہ باتیں ہی کر رہے تھے جب عمیس کی سائیڈ کا دروازہ ناک ہوا۔ اس نے دیکھا تو سامنے عمیر اور اسال کھڑے تھے۔

"کیا ہوا؟" عمیر اسکی طرف آتے ہوئے بولا۔

"بابا حنا کی برتھ ڈے تھی۔ پھپھو نے انوائٹ کیا تھا۔ بٹ یہاں لڑکے بھی ہیں۔ میں ایسے اندر کیسے جا سکتی ہوں؟" اس نے اپنی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جو واقعی بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔

"کوئی بات نہیں یار کوئی تمہیں کھا تھوڑی جائے گا"۔ عمیر نے کہا حالانکہ وہ جانتا تھا کہ وہ بغیر سکارف گاڑی سے اترے گی بھی نہیں۔

"ماما کہاں ہیں؟" وہ ادھر ادھر دیکھتے ہوئے بولی۔

"وہ اندر ہے ہوٹل میں۔ آو تمہیں ڈنر کرواوں"۔ وہ سڑک کے پار ہوٹل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

"بٹ ایسے کیسے؟" اس نے اپنے سر کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"ایک منٹ"۔ عمیر نے عمیس کو گاڑی ہوٹل کی پارکنگ میں لانے کا کہا۔ تب تک وہ گاڑی سے سحر کا حجاب لے آیا۔ صد شکر کہ اسکے بیگ میں پنز تھیں۔ اس نے بال جوڑے کی شکل میں باندھے اور حجاب کر کے باہر نکلی تب تک وہ میک اپ بھی ٹشو سے صاف کر چکی تھی۔ عمیر نے اسکے ماتھے کو چوما اور اسکا ہاتھ تھامے اندر کی طرف بڑھ گیا۔ عمیس اور اسال نے بھی اسکی پیروی کی۔

"یہ دیکھیں یہ مجھے ڈراپ کرنے اتنی مشکل سے آئے تھے اور ڈنر کا سن کر پیچھے پیچھے آ رہے ہیں"۔ وہ خفگی سے بولی۔ عمیر صرف مسکرا دیا۔ سحر تو اسے وہاں دیکھ کر خوش ہو گئی۔

"شکر ہے تم آ گئی میں تو بور ہی ہو گئی تھی"۔ وہ مسکرا کر اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے بولی تو وہ مسکرا دی۔

"ویسے اچانک پلان کیسے بنا۔ میں تو منتیں کر کر کہ تھک گئی تھی میری تو مانی نہیں"۔ اب وہ خفگی سے بولی تو اس نے سب بتا دیا۔

سحر نے مسکرا کر اسکا ماتھا چوم لیا۔ اسے اس چھوٹی سی لڑکی کا بنا کسی کے کہے اپنا اتنا خیال رکھنا بہت اچھا لگتا تھا۔ یہی بات وہاں کھڑے اسال کو بھی بہت پسند تھی۔

"اگر آپ دونوں کے ملن کا سین ختم ہو گیا ہو تو چلیں۔ مجھے بہت بھوک لگی ہے"۔ عمیس معصوم سا منہ بنا کر بولا۔

"تم لوگ چلو ہم سب سے ملکر آتے ہیں"۔ عمیر کے کہنے پر وہ دونوں ایک ٹیبل کی طرف آ گئے۔

"گڑیا تم اب بھی وہاں جا سکتی ہو۔ اب تو اس حال میں جا سکتی ہو نا؟" عمیس نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"انہوں نے مجھ سے جھوٹ بولا کہ وہاں صرف گرلز ہوں گی۔ اسلئے میں نہیں جاوں گی"۔ وہ منہ بسورتے ہوئے بولی۔

"تم اتنی ان سکیور کیوں ہو؟" عمیس کے سوال پر اس نے ایک نظر اسے دیکھا پھر مسکرا دی۔ عمیس کو اسکی مسکراہٹ بہت عجیب لگی۔

"وجہ آپ جانتے تو ہیں"۔

"نہیں میں نہیں جانتا"۔ وہ انجان بنا۔

"جس وجہ کی وجہ سے آپ نے یونیورسٹی جوائن کی ہے"۔ وہ سر جھکائے ٹیبل پر انگلیاں پھیرتے ہوئے بولی۔ عمیس ایک لمحے کو ساکت ہو گیا۔ وہ چھوٹی سی لڑکی اسے حیران کر دیا کرتی تھی۔ تبھی وہاں پر عمیر, سحر اور اسال آ گئے۔ وہ آنا نہیں چاہتا تھا کہ جانتا تھا اسے اسکا آنا پسند نہیں آئے گا مگر عمیر کو انکار بھی نہیں کر سکا۔

"بے بی کیا کھاو گی؟" عمیر نے مینیو کارڈ اسے دیتے ہوئے پوچھا۔

"جو آپ کھائیں گی"۔ اس نے وہ کارڈ سحر کو تھماتے ہوئے کہا تو وہ ہنس دی۔ وہ عمیس اور عمیر کے درمیان میں بیٹھی تھی۔ اسال اسکے بالکل سامنے تھا۔

"اسال تم کیا لو گے؟" سحر نے اس سے پوچھا جو موبائل پر مصروف تھا۔

"ارے آپی کیوں سب سے پوچھ رہے ہیں؟بس جلدی سے آڈر دیں۔مجھے بہت بھوک لگی ہے"۔عمیس بیچ میں بولا تو سب ہنس دیئے۔کھانا وہ سب خوشگوار موڈ میں کھا رہے تھے۔فیب ہمیشہ کی طرح اسال کو نظر انداز کئے عمیر سے کچھ نہ کچھ کہتی رہی تھی جبکہ عمیس تو بس کھانے میں مصروف تھا۔

"بس بابا"۔اس نے پلیٹ پیچھے کرتے ہوئے کہا تو عمیر اور سحر نے اسے گھوری سے نوازا۔

"بے بی میں دیکھ رہا ہوں کہ تم کھانے میں لاپرواہی برت رہی ہو"۔وہ خفگی سے بولا۔

"کھانا ختم کرو جلدی"۔سحر نے بھی حکم دیا۔

"اور نہیں کھایا جائے گا"۔وہ بے بسی سے بولی تو عمیس ہنس دیا جبکہ اسال مسکرا کر رہ گیا۔

"کھایا جائے گا۔ادھر دکھاو"۔عمیر اسکی پلیٹ اپنی طرف کرتے ہوئے بولا پھر اس نے خود ہی اسے کھانا کھلانا شروع کر دیا۔اس نے سحر کو مدد کے لئے دیکھا تو وہ نظریں پھیر گئی۔عمیر

اسکی ڈائٹ کو لیکر بہت کونشیس تھا یہ سب ہی جانتے تھے۔ وہ بس ایک لقمہ ہی منہ میں گھمائے جا رہی تھی۔

"ہری اپ بے بی"۔ وہ نرمی سے بولا تبھی ایک ادھیڑ عمر خاتون وہاں پر آئیں۔ انکے ساتھ ایک نوعمر لڑکا بھی تھا۔

"کیسے ہیں مسٹر عمیر؟" وہ سلام دعا کے بعد عمیر اور سحر سے باتیں کرنے لگیں۔ عمیر باتوں کے دوران اسکے منہ میں لقمے بھی ڈال رہا تھا۔ جبکہ وہ لڑکا فیب کے چہرے سے نظریں ہی نہیں اٹھا رہا تھا جو عمیس سے کچھ کہہ رہی تھی اور وہ مسکرا رہا تھا۔ اچانک عمیس کی نظر اس پر پڑی۔ اسال بھی یہ دیکھ چکا تھا۔ انہیں یہ سب بہت ناگوار گزرا تھا۔

"عمیر تمہاری بیٹی بہت خوبصورت ہے"۔ عمیر اور سحر نے یہ تعریف مسکرا کر قبول کی تھی جبکہ وہ ایک نظر انہیں دیکھ کر رہ گئی۔ جب اسکی نظر انکے ساتھ کھڑے لڑکے پر پڑی تو آنکھوں میں خوف اتر آیا۔ وہ بہت بے باکی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اسکے دیکھنے پر ایک گہری مسکراہٹ اسکے چہرے پر نمودار ہوئی تھی۔ اس نے ڈر کر عمیر کا ہاتھ پکڑ لیا۔ عمیس اور اسال نے اسکی اس حرکت کو بخوبی نوٹ کیا تھا۔ جب وہ عورت جانے لگی تو عمیر اس لڑکے کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہوا۔ وہ مڑا تو اسکی آنکھوں کی سختی دیکھ کر ٹھٹھکا۔

"آج تمہاری ماں کا لحاظ کر گیا مگر اگلی دفعہ نہیں کروں گا"۔ اسے تنبیہ کرتے اسکا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ یعنی وہ سب سمجھ گیا تھا۔ سحر نے ایک نظر فیب کو دیکھا جس کے ہاتھ کپکپا رہے تھے۔ وہ لڑکا چلا گیا تو عمیر نے اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔

"میری بیٹی کو کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ میں ہوں نا اسکے پاس"۔ وہ اسکے سر کو تھپتھپاتے ہوئے بولا تو فیب کی آنکھوں سے دو آنسو اسکی شرٹ میں جزب ہو گئے۔

"گھر چلیں"۔ وہ چہرہ جھکائے بولی۔ سحر نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا اور وہ سب باہر آ گئے۔ واپسی پر وہ عمیر اور سحر کے ساتھ آئی تھی۔ عمیس اسال کو چھوڑنے چلا گیا جو عمیر کے ساتھ آیا تھا۔ اس دن عمیس نے بہت مشکل سے اسکا غصہ ٹھنڈا کیا تھا۔

اسکے مڈز قریب تھے سو وہ دن رات ایک کر کے پڑھ رہی تھی۔ جہاں ضرورت ہوتی وہاں عمیس اسکی ہیلپ کر دیتا تھا۔ آج اسکا لاسٹ پیپر تھا وہ پیپر دے کر نکلی تو عمیس کا ٹیکسٹ ملا کہ وہ ٹریفک کی وجہ سے تھوڑا لیٹ ہو جائے گا۔ وہ پارکنگ کے پاس ایک کونے میں سب سے الگ بیٹھ گئی۔ ابھی اسے بیٹھے مشکل سے پانچ منٹ ہی ہوئے ہوں گے کہ کسی نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ وہ بدک کر کھڑی ہو گئی۔ سامنے ہوٹل والا لڑکا کھڑا تھا۔

"کیسی ہو؟" بڑے دوستانہ انداز میں پوچھا گیا تھا۔ وہ اسے نظر انداز کر کے جانے لگی تو وہ سامنے آ گیا۔

"کیا ہوا یار؟ پہچانا نہیں مجھے؟ ہم ہوٹل میں ملے تھے؟" وہ اپنی بے باک نظریں اس پر گاڑھے بولا۔ وہ دوبارہ سائیڈ سے جانے لگی تو پھر سے سامنے آ گیا۔

"ڈر کیوں رہی ہو؟ صرف دوستی ہی تو کرنا چاہتا ہوں"۔ وہ ایک ادا سے بولا۔ فیحہ کا تو سانس اٹک گیا۔ دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ تبھی سلمان وہاں آ گیا۔

"ہیلو زیبی"۔ وہ اس سے گلے ملتے ہوئے بولا۔

"ہائے بڈی۔ کیسے ہو؟"

"تم یہاں۔ فیحہ تم جانتی ہو اسے؟" وہ اس سے سوال کر کے اسکی طرف مڑا جس کے ہاتھ ابھی بھی کانپ رہے تھے۔

"نہیں۔ میں تو بس ان سے روٹ کی ٹائمنگ پوچھ رہا تھا"۔ جواب اسکے بجائے زیبی نے دیا۔

"اوا چھا۔ چلو ماہین ویٹ کر رہی ہے تمہارا"۔ سلمان ایک نظر فیب کو دیکھ کر اس سے بولا تو وہ دونوں وہاں سے چلے گئے۔ اس نے خدا کا شکر ادا کیا۔ پھر تھوڑی دیر میں عمیس بھی آ گیا تو وہ اسکے ساتھ چلی گئی۔

وہ گھر پہنچی تو لاونج میں کسی کو نہ پا کر شکر ادا کرتی سیدھا اپنے روم میں چلی گئی۔ چینج کر کے بیڈ پر دراز ہو گئی۔ زیبی کا سوچ کر اسکا سر دکھنے لگا تھا۔ اس نے آنکھیں موندیں تو چند قطرے پلکوں کی باڑ توڑ کر پھسل گئے۔ کافی دیر یونہی لیٹے رہنے اور درود کا ورد کرنے کے باعث اسے نیند آ گئی۔

اسکی آنکھ کھلی تو کمرے میں اندھیرا ہو رہا تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر لائٹ آن کر دی۔ کھڑی رات کے آٹھ بجا رہی تھی۔ وہ منہ ہاتھ دھو کر نیچے آئی تو ڈیڈی کے علاوہ سب بڑے لاونج میں ہی موجود تھے۔ وہ سلام کر کے ابی کے پاس بیٹھ گئی۔

"آج تو میری شیرنی کافی دیر سوئی ہے"۔ وہ اسکے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولے تو وہ مسکرا دی۔

"ڈیڈی نظر نہیں آرہے"۔

"وہ اور عمیر آفس کے کام سے لاہور گئے ہیں"۔

"مجھ سے ملے بغیر"۔وہ حیرت سے بولی۔

"گئے تھے تمہارے روم میں مگر تم سو رہی تھیں۔اس لئے اٹھایا نہیں۔کھانا کھا کر کال کر لینا"۔ابی کے کہنے پر اس نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

رات کا کھانا بھی اس نے بے دلی سے کھایا تھا۔سحر نے ایک دو بار ٹوکا بھی مگر وہ تھوڑا کھا کر ہی اٹھ گئی۔

"دیکھ رہے ہیں ابی۔عمیر بھائی اور ڈیڈی کو گئے دیر کتنی ہوئی ہے اور یہ ابھی سے اداس ہو گئی ہے"۔جبران نے اسے اوپر جاتے ہوئے دیکھ کر کہا تو سب مسکرا دیئے۔

وہ روم میں لیٹی چھت کو گھور رہی تھی جب سحر ہاتھ میں ملک شیک کا گلاس لیکر اندر آئی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"یہ لو پیو شاباش"۔ وہ گلاس پکڑ کر اسے گھورنے لگی۔

"پریشان مت ہو فیب۔ وہ لوگ کام سے گئے ہیں"۔ وہ اسکے پاس بیٹھتے ہوئے بولی۔

"ناراض ہو کہ تم سے مل کر نہیں گئے؟"

"ملکر تو گئے ہیں۔ میں ہی سو رہی تھی"۔ وہ اپنے آپ پر قابو پا کر مسکرا کر بولی۔

"پھر کھانا کیوں نہیں کھایا؟" وہ نرمی سے بولی۔

"بھوک نہیں تھی"۔ وہ شیک پی کر اسکی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئی۔
"میری بیٹی"۔ سحر نے اسکے ماتھے کو چوما تو وہ مسکرا دی۔ سحر اسکے بالوں میں انگلیاں پھیرتی رہی اور اس سے ادھر ادھر کی باتیں کرتی رہی تاکہ اسکا دھیان بٹا رہے۔

اس دن کے بعد سے زیبی نام کا وہ شخص روز اسے فالو کرنے لگا۔ وہ اس سے بہت زیادہ ڈر چکی تھی۔ ڈیڈی اور عمیر جن سے وہ اپنے مسائل شیئر کرتی تھی وہ یہاں تھے نہیں۔ آفس میں کام زیادہ ہونے کی وجہ سے عمیس اور جبران بھی لیٹ آنے لگے تھے۔ عمیس صبح اسے خود ڈراپ کرتا تھا مگر واپسی پر ڈرائیور لینے آتا تھا۔ اس پورے ہفتے میں وہ یونیورسٹی نہیں آیا تھا۔ وہ گاڑی کے انتظار میں کھڑی تھی جب وہ اسکے سامنے آکھڑا ہوا۔

"کیسی ہو جان؟" اسکی بے باک نظریں اور بے باک گفتگو اسے خوفزدہ کر دیا کرتی تھیں۔ وہ وہاں سے جانے لگی تو اس نے فیب کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"اتنی بھی کیا بے رخی؟" اسکی اس حرکت پر اس نے زیبی کے ہاتھ میں ناخن گاڑھ دیئے۔ تکلیف کے احساس سے اسکی گرفت کمزور پڑی تو وہ ہاتھ چھڑوا کر بھاگنے لگی۔ بھاگتے ہوئے وہ سامنے سے آتے شخص سے ٹکرا گئی۔

"سوسوری"۔ وہ حواس باختہ ہو کر بولی۔ سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر اسکی جان میں جان آئی۔

"کیا ہوا؟ ایسے بھاگ کیوں رہی تھیں؟" اسال نے حیرت سے پوچھا۔ وہ کانپ رہی تھی سو اس نے لہجہ نرم ہی رکھا۔

"مم مجھے گھر جانا ہے"۔وہ گھبرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"فیحہ سب ٹھیک ہے نا؟"وہ نرمی سے بولا تو اس نے نم آنکھوں سے ہاں میں سر ہلا دیا۔

"آو گھر چھوڑ دوں"۔اسکی بات پر وہ سر جھکائے اسکے پیچھے چل پڑی۔عام حالات ہوتے تو وہ شاید کبھی بھی اسکے ساتھ نہ جاتی مگر زیبی کا خوف ہی اتنا تھا کہ وہ سمجھ بوجھ کھو رہی تھی۔اسال خود پریشان تھا اسکی حالت دیکھ کر۔اوپر سے وہ اسے گھر چھوڑنے کا کہہ رہی تھی۔وہ تو کبھی کسی کے ساتھ کہیں نہیں جاتی تھی تو پھر؟

اسال اسے گیٹ کے سامنے اتارنے کے بجائے اندر گاڑی لے آیا۔عمیس کو اس نے میسج کر دیا تھا کہ وہ اسے گھر چھوڑ دے گا۔گاڑی رکنے کے باوجود وہ نیچے نہیں اتری تھی بس کسی غیر مرئی نقطے پر سوچے جا رہی تھی۔

"پرنسس گھر آگیا ہے"۔اسکے پکارنے پر اس نے خالی نظروں سے دیکھا جیسے اسے کچھ سمجھ ہی نہ آرہا ہو۔

"گھر"۔اسال نے گھر کی۔طرف اشارہ کیا تو وہ جیسے کسی ٹرانس سے باہر آئی۔اس نے ایک نظر اسال کو دیکھا اور گاڑی سے اتر کر اندر چلی گئی۔نہ جانے اس ایک نظر میں کیا تھا کہ وہ پتھر کا بن گیا۔

وہ جب سے یونیورسٹی سے آئی تھی اپنے کمرے میں بند تھی۔سب ناک کر کے چلے گئے مگر وہ نہ تو اٹھی اور نہ ہی اس نے دروازہ کھولا۔سحر نے پریشان ہو کر عمیس کو کال کر دی۔پندرہ منٹ میں وہ اور جبران گھر تھے۔

"کیا ہوا ہے؟"وہ تیزی سے سحر کے پاس آئے تھے۔

"عمیس وہ دروازہ نہیں کھول رہی نہ ہی کوئی جواب دے رہی ہے"۔وہ روتے ہوئے بولی۔سب ہی پریشان کھڑے تھے۔

عمیس ساتھ والے روم کے ٹیرس سے اسکے روم کے ٹیرس پر کود کر آیا۔گلاس ڈور اوپن تھا سو وہ تیزی سے اندر آیا۔سامنے وہ بیڈ پر آڑی ترچھی پڑی تھی۔عمیس کو وہ کمرہ ہلتا ہوا محسوس ہوا۔وہ تیزی سے اس تک آیا اور اسکی نبض چیک کی جو بلک مدھم چل رہی تھی۔جسم بخار سے تپ رہا تھا۔

"گڑیا آنکھیں کھولو"۔وہ اسکے گال تھپتھپاتے ہوئے بولا۔باہر سے جبران کی آواز پر اس نے دروازہ کھولا۔

"ڈاکٹر کو کال کرو"۔وہ تیزی سے بولا۔روشنی,جویریہ,سحر,عمیس اور جبران اسکے کمرے میں موجود تھے۔سحر تو روئے جارہی تھی۔وہ دونوں ضبط سے کام لے رہے تھے۔تھوڑی دیر میں انکا فیملی ڈاکٹر بھی آگیا۔

"ان کو بہت تیز بخار ہے مگر یہ بے ہوش کسی خوف کی وجہ سے ہوئی ہیں۔آپ کو انکا بہت زیادہ خیال رکھنا ہو گا۔آپ جانتے ہیں کہ یہ کتنی حساس ہے"۔

"ڈیڈی کہاں ہیں اسکے؟اور ابی بھی نظر نہیں آرہے؟عمیر وہ بھی نہیں ہے۔"وہ جانتے تھے کہ وہ ڈیڈی اور عمیر سے کتنی اٹیچڈ ہے اس لئے پوچھ رہے تھے۔

"وہ دونوں یہاں نہیں ہیں۔لاہور گئے ہیں۔ابی آتے ہی ہونگے"۔جواب جبران نے دیا تھا۔

"میری مانو تو اسکے ڈیڈی یا عمیر میں سے کسی ایک کو تو لازمی بلا لیں۔ انکا اسکے پاس ہونا ضروری ہے"۔ ڈاکٹر اسے چیک کر کے اور میڈیسن دے گیا۔ اس وقت وہ دوائیوں کے زیر اثر سو رہی تھی۔ سحر اپنی گود میں اسکا سر رکھے بیٹھی تھی۔

"آپی بلی ٹھیک ہو جائے گی"۔ جبران نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ اسکے اور عمیر کے لئے انکی اولاد کی طرح تھی۔ سحر کے آنسوؤں میں شدت آ گئی۔

"عمیر کو بلا دو"۔ سحر روتے ہوئے بولی تو عمیس سے ضبط کرنا ناممکن ہو گیا۔ وہ خاموشی سے باہر نکل گیا۔ اس نے کال کر کے عمیر کو بلوایا تھا مگر ڈیڈی بھی اسکی بیماری کا سن کر واپس آ گئے۔

وہ لوگ صبح کے قریب پہنچے تھے۔ سحر ابھی بھی اسکا سر گود میں رکھے بیٹھی تھی۔ روشنی اسکے پاس جبکہ جویریہ اور صبا کارپٹ پر کشن لئے سو رہی تھیں۔ آپا جان کو اس سب کا علم نہیں تھا جبکہ سلطانہ بیگم ہر پندرہ منٹ بعد چکر لگاتی رہی تھیں۔ اب بھی وہ سب کے ساتھ اندر آئی تھیں۔ سحر تو شوہر کو دیکھ کر ایک بار پھر رو دی۔ پاس بیٹھے ابی نے اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔ جبکہ عمیر اور ڈیڈی اسکے پاس بیٹھ گئے۔ روشنی, صبا, جویریہ آوازوں پر اٹھ گئے تھے۔ سلطانہ بیگم نے انہیں انکے کمروں میں بھیج دیا۔

ابی اور ڈیڈی کو بھی تھوڑی دیر بعد جبران زبردستی لے گیا تھا۔ سلطانہ کو سحر نے بھیج دیا۔ اب کمرے میں اسکے پاس عمیر اور سحر تھے۔ عمیر نے سحر کا سر تھپتھپایا تو وہ اس سے لپٹ کر رو دی۔

"آپکی بیٹی میری بات نہیں سن رہی ہے عمیر۔ آپ سے ناراض ہے مجھ سے تو نہیں نا۔ اسے کہیں اٹھ جائے"۔ وہ روتے ہوئے بولی۔

"شش۔ دعا کر سب ٹھیک ہو جائے گا"۔ وہ نم لہجے میں اس سے زیادہ خود کو تسلی دینے لگا۔

"یہ کہیں دوبارہ سے تو۔۔۔۔" اسکے آگے اس سے جملہ ادا نہ ہو سکا۔

"اللہ نہ کرے"۔ عمیر نے بے ساختہ کہا۔

صبح دس بجے کے قریب وہ اٹھی تھی۔ سحر اور عمیر کمرے میں موجود تھے۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی مگر نقاہت سے اٹھا ہی نہیں گیا۔

"کیسی ہے میری بیٹی؟" عمیر نے اسکا ماتھا چومتے ہوئے پوچھا تو اسکی آنکھیں بھر آئیں۔ سحر نے اسکے آنسو صاف کر کے اس کے گالوں کو چوما۔

"آئی ایم سوری میری وجہ سے آپ پریشان ہو گئیں"۔وہ سحر کو روتے دیکھ کر شرمندگی سے بولی۔

"میری بیٹی مجھے جان بوجھ کر تو تنگ نہیں کرتی نا؟"سحر نے اسکے بالوں کو ماتھے سے ہٹاتے ہوئے کہا۔

"کیا ہوا تھا بے بی۔کیوں اتنا ڈر گئی تھیں؟"عمیر اسکے ہاتھ پر ہلکا سا زور دیکر بولا تو اسکا چہرہ پھر سے خوف سے پیلا ہو گیا۔

"کیوں ڈر رہی ہو؟میں نے کہا تھا نا کہ میرے ہوتے ہوئے میری بیٹی کو کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا"۔عمیر اسکے ہاتھ کو چومتے ہوئے بولا۔وہ اٹھ کر بیٹھ گئی مگر بولی کچھ نہیں۔

"سحر جاو میری چھوٹی سی بے بی کے لئے کچھ کھانے کو لاو"۔عمیر نے جان بوجھ کر سحر کو وہاں سے بھیج دیا تا کہ وہ اسے اپنے ڈر کی وجہ بتا سکے۔

"اب بتاو میری بیٹی کو کیا خوف ہے؟" عمیر اسکے دونوں ہاتھ تھام کر بولا۔ وہ اسے سب بتاتی چلی گئی۔ عمیر کے چہرے پر سختی در آئی۔ دروازے میں کھڑا اسال یہ سب سن کر سن ہو گیا۔ اگر وہ وہاں نہ پہنچتا تو پتا نہیں کیا ہو جاتا۔ اسے جیسے ہی اسکی بیماری کا پتا چلا تھا سیدھا وہیں آیا تھا۔ وہ بنا آہٹ کے وہیں سے مڑ گیا۔

"آپ نے پرامس کیا تھا آپ مجھے چھوڑ کر نہیں جائیں گے مگر آپ چلے گئے"۔ وہ آنسو بازو سے صاف کرتے ہوئے شکوہ کر رہی تھی۔ عمیر نے اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔

"مجھے یونی نہیں جانا اب"۔ وہ روتے ہوئے بولی۔

"جیسے میری بے بی کہے گی ویسا ہی ہو گا۔ بس اب جلدی سے ٹھیک ہو جاو۔ اور ہاں سوری میں تم سے تب کروں گا جب اس لڑکے کو اسکی اوقات بتا دوں"۔ آخر میں وہ غصے سے بولا۔

"نہیں آپ اسے کچھ نہیں کہیں گے۔ آپ میری وجہ سے کسی سے نہیں لڑیں گے۔ آپ کو میری قسم ہے بابا"۔ وہ اس سے لپٹ کر بولی تو عمیر کو پرامس کرنا پڑا کہ وہ اسے کچھ نہیں کہے گا۔ وہ مصلحت پسند تھی مگر اس معاملے وہ غلطی کر گئی تھی۔

"ٹھیک ہے اب میں آپکو جو کہوں گا وہ آپکو بھی ماننا پڑے گا۔مانے گا نا میرا بے بی؟" عمیر کی بات پر اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

عمیر کے سمجھانے پر اس یونیورسٹی جانا شروع کر دیا تھا۔وہ لڑکا اسے نظر نہیں آیا تو اس نے سکھ کا سانس لیا۔یہ شاید اسال کے سمجھانے کا اثر تھا کہ وہ خاموش تھا۔اسکے فائنلز ہو گئے۔ اب وہ دوسرے سمسٹر میں تھی۔عمیر کو امریکہ جانا تھا کسی ڈیل کے سلسلے میں۔جانا ضروری تھا اسلئے اس نے کھلے دل سے اجازت دے دی تھی مگر اب دو ہفتوں سے وہ بہت پریشان تھی۔تنگ آکر اس نے فیصلہ کر ہی لیا کہ اسے کیا کرنا ہے۔

بہت جھجکتے جھجکتے وہ گھر میں داخل ہوئی تھی۔اپنے بیگ کو اس نے مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا۔

"اسلام و علیکم!" اپنی آواز پر قابو پاتے کوئے اس نے سلام کیا۔

"وعلیکم السلام! بھئی آج تو میری بیٹی آئی ہے"۔وہ خوشی سے اس کو گلے لگاتے ہوئے بولیں۔ اسکے ساتھ کسی اور کو نہ دیکھ کر وہ حیرت سے بولیں۔

"کس کے ساتھ آئی ہو؟"

"رفیق انکل کے"۔وہ مدھم آواز میں بولی۔

"آونا اندر آو۔تمہارا ہی گھر ہے"۔وہ پیار سے کہتی اسے اندر لے آئیں۔

"کیا لو گی؟"

"کک کچھ نہیں۔وہ مجھے اس۔اسال سے۔۔۔"وہ اٹکتے جھجھکتے بولی تو وہ مسکرا دیں۔

"اسال سے ملنا تھا تو تمہیں اسکے آفس جانا چاہیئے تھا کیونکہ وہ گھر میں کم اور آفس میں زیادہ پایا جاتا ہے"۔آنی نے مسکرا کر کہا۔

"سوری آنی بٹ مجھے انکے آفس کا نہیں پتا تھا"۔وہ کچھ شرمندگی سے بولی۔

"تو کیا ہوا تم اسے کال کر لیتیں"۔

"مجھے انکا نمبر بھی نہیں پتا"۔وہ مزید شرمندہ ہوئی تو وہ مسکرا دیں۔

"مجھ سے لے لیتیں"۔

"آپکا نمبر بھی تو نہیں ہے نا میرے پاس"۔

"اسکا مطلب آنی صرف کہتی ہو مانتی نہیں ہو"۔اب وہ خفگی سے بولیں۔

"ایسی بات تو نہیں ہے"۔وہ شرمندگی سے سر جھکائے بولی تو انہوں نے اسکا جھکا ہوا سر چوم لیا۔

"انو سینٹ ڈول میں اسے ابھی کال کر لے بلا لیتی ہوں"۔

"رہنے دیں وہ غصے ہو جائیں گے"۔وہ ڈر کر بولی۔

"کیوں غصے ہو گا۔میں اسکی ناک توڑ دوں گی اگر اس نے میری ڈول کو تنگ کیا تو"۔وہ غصے سے بولیں تو وہ مسکرا دی۔

"وہ تو میٹنگ میں ہے ابھی۔ میں نے میسج دے دیا ہے وہ جیسی ہی فری ہو گا آجائے گا۔"
تھوڑی ہی دیر میں وہ اندر سے واپس آکر اسے بتانے لگیں۔

"میں پھر آجاوں گی"۔ وہ اٹھتے ہوئے بولی۔

"نہیں۔ اتنی مشکلوں سے تو آئی ہو ایسے نہیں جانے دوں گی میں۔
پریشان نہ ہو میں سلطانہ آپا کو کہہ دیتی ہوں کہ تمہیں آنے میں دیر ہو جائے گی"۔ وہ اسے پچکارتے ہوئے بولیں۔

"نہیں۔ وہ۔ وہ ایکچولی۔ وہ میں کسی کو بتا کر نہیں آئی"۔ وہ سر جھکائے بولی تو انہیں حیرت کا جھٹکا لگا کہ وہ کیسے کسی کو بنا بتائے آسکتی ہے۔ انکے چہرے پر تشویش دیکھ کر اسکی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

"سوری آنی بٹ ماما کو بتاتی تو مجھے یہاں آنے کی وجہ بتانی پڑتی۔ میں انہیں کیسے بتاتی؟ بابا نے کہا تھا کہ انکے پیچھے سے کسی ہیلپ کی ضرورت ہو تو اسال سے کہوں"۔ آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگے تو آنی نے اسے گلے لگا لیا۔

"بس چپ۔ رومت۔ ادھر دیکھو۔ میری ڈول بالکل بھی نہیں روئے گی اب۔ اوکے؟"

"اب مجھے بتاو کہ آپکو گھر کا ایڈریس کس نے دیا؟ آپ تو یہاں پہلی دفعہ آئی ہونا"۔ وہ بات بدلتے بولیں۔

"رفیق انکل کو پتا تھا۔ وہ اور آپ جانتے ہیں کہ میں یہاں ہوں یونیورسٹی نہیں"۔ وہ اپنے آنسو پونچھتے ہوئے مزید بولی۔

"سوری آنی۔ بابا نہیں ہیں یہاں ورنہ میں اپنی پرابلم ان سے شیئر کرتی۔ انہوں نے کہا تھا کہ وہ نہ ہوں تو میں اسال سے کہوں۔ میں ماما کو پریشان نہیں کر سکتی تھی۔ انکی طبیعت بھی ٹھیک نہیں ہے۔ لیکن اگر آپ کو برا لگا تو میں چلی جاتی ہو"۔ وہ جانے کے لئے اٹھی تو آنی نے اسے بٹھا دیا۔

"بیٹی کو کبھی اپنے گھر میں آنے سے کوئی روک سکتا ہے کیا؟ نہیں نا تو یہ تو تمہارا اپنا گھر ہے پھر مجھے برا کیوں لگے گا ہاں؟" وہ اسے پیار کرتے ہوئے بولیں۔

"وہ دیکھو اسال بھی آ گیا۔ تم بیٹھو بات کرو میں ابھی آتی ہوں"۔ وہ کہہ کر باہر چلی گئیں۔
اسال کو دیکھ کر نہ جانے کیوں آنسو اسکی آنکھوں سے رواں ہو گئے۔ اسے اپنا آپ بہت بے بس محسوس ہو رہا تھا۔ وہ وہاں سے جانا چاہتی تھی مگر بات کرنا بھی ضروری تھا۔ اسال اسکی پریشانی سمجھ کر اسکے قریب آیا۔

"بیٹھو نا پرنسس کھڑی کیوں ہو؟" وہ نرمی سے بولا۔ وہ نا سمجھی سے اسے دیکھتی رہی۔ اسال نے خود اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے بٹھا دیا۔ پھر سامنے جگ میں سے پانی ڈال کر اسے دیا۔ وہ گلاس تھامے بیٹھی رہی۔

"پرنسس روتے تھوڑی نا ہیں۔ اب جلدی سے بتاو کہ اتنی کیوٹ سی پرنسس کو کس نے رلایا ہے ہم دونوں ملکر اسکی پٹائی کر دیں گے"۔
اسکی بات پر وہ ہلکا سا مسکرائی۔

"مجھے آپکی ہیلپ چاہیئے"۔ وہ سر جھکائے بولی۔

"بولو میں سن رہا ہوں"۔

"یہ"۔وہ کچھ کاغذ اسے تھماتے ہوئے بولی۔اسال جیسے جیسے وہ سب پڑھ رہا تھا اسکا رنگ بدلتا جارہا تھا۔اس نے چہرہ اٹھائے اسے دیکھا تو وہ سر جھکائے رو رہی تھی۔اسال کو اس پر بہت رحم آیا تھا۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا۔تم فکر مت کرو"۔اسکی بات پر اس نے اپنا بھیگا چہرہ اٹھایا تو وہ اسی کو دیکھ رہا تھا۔

"میں۔۔۔"وہ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر کہہ نہیں پا رہی تھی۔

"گھر جاو سب ویٹ کر رہے ہوں گے۔کل میں خود تمہیں یونیورسٹی لیکر جاوں گا"۔وہ پیار سے بولا۔وہ ممنون نظروں سے اسے دیکھتی اٹھ کر چلی گئی۔اسال گہرا سانس لیکر رہ گیا۔

"کہاں گئی وہ؟"آنی واپس آئیں تو اسے نہ پا کر بولیں۔

"چلی گئی۔لیٹ ہو رہی تھی"۔

"کیا کہہ رہی تھی؟سب ٹھیک تو ہے نا وہ رو رہی تھی؟"وہ فکر مندی سے بولیں۔

"اگر نہ بتانا چاہوں تو ناراض تو نہیں ہو نگی؟" وہ انکے کندھے پر اپنا بازو پھیلاتے ہوئے بولا۔

"میں کیوں ناراض ہو نگی بھلا؟ ہاں کوئی اور لڑکی ہوتی تو ضرور ہوتی"۔ وہ معنی خیز لہجے میں کہتی باہر نکل گئیں۔ عمیر کے واپس آجانے تک وہ ہی اسے پک اینڈ ڈراپ دیتا رہا۔ اسکا فائدہ یہ ہوا کہ زیبی جو اسکے بیگ میں لیٹرز رکھ دیتا تھا یا اسے سر راہ تنگ کرتا تھا وہ بند ہو گیا تھا کیونکہ وہ واپسی پر وقت سے پہلے ہی پہنچ جاتا تھا اور سلمان کو تنبیہ بھی کر چکا تھا۔

آج وہ عمیس کے ساتھ یونیورسٹی آئی تھی۔ موسم رات سے ہی ابر آلود تھا۔ ابھی وہ آخری پیپر دے کر ہی آئی تھی کہ بارش شروع ہو گئی۔ بس سے جانے والے سٹوڈنٹس جا چکے تھے۔ شام کا وقت تھا تو اکا دکا سٹوڈنٹس ہی نظر آرہے تھے۔ وہ شیڈ کے نیچے کھڑی عمیس کی واپسی کا انتظار کر رہی تھی۔ وہ تو نہیں آیا مگر زیبی آگیا تھا۔ اسکے ساتھ سلمان بھی تھا۔

"کیسی ہو پرنسز؟" سلمان نے شوخی سے پوچھا۔

"ٹھیک ہوں بھائی"۔ وہ سامنے دیکھتے ہوئی بولی۔ دل لرز رہا تھا۔

"لینے نہیں آیا کوئی؟" وہ خوشی سے بولا۔

"نہیں۔ابھی تک تو نہیں آئے"۔وہ نظریں جھکائے بولی۔اسے زیبی کی نظروں سے خوف آ رہا تھا۔

"چلو پھر ہم چھوڑ دیتے ہیں"۔انتہائی لوفرانہ انداز میں کہا گیا تھا۔وہ سٹپٹا کر رہ گئی مگر جواب نہ دیا۔

"آجاو پرنسز زیبی ٹھیک کہہ رہا ہے"۔سلمان نے کہتے ہی اسکا ہاتھ پکڑ لیا۔اسکی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی دوڑ گئی۔ایک لمحے میں اس نے ہاتھ جھٹکا تھا۔سلمان کے چہرے پر مکروہ مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"زیبی پرنسز ایسے نہیں مانے گی۔اسے اٹھا کر لے جانا پڑے گا"۔سلمان نے اسے آنکھ مارتے ہوئے کہا۔

"بھائی"۔وہ افسردگی سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

"کیا پرنسز بھائی نہیں ہوں تمہارا۔ ویسے بھی تمہارا ہے ہی کون؟ وہ باپ جو کبھی تمہارا تھا ہی نہیں۔ وہ عمیر, عمیس یا جبران جو اس موسم میں بھی تمہیں ہمارے لئے چھوڑ گئے ہیں۔ چلو اب موسم کو ملکر انجوائے کرتے ہیں"۔ یہ کہتے ہی اس نے ایک ہی جست میں اسے اٹھا کر کندھے پر ڈال لیا۔ وہ اسکی کمر پر مکے برساتی رہی مگر وہ ڈھیٹ بنا گاڑی کی طرف چل دیا جسے پہلے ہی زیبی سٹارٹ کر چکا تھا۔

اسے لئے وہ پیچھے بیٹھ گیا۔ وہ مسلسل اپنا آپ چھڑوانے کی کوشش کر رہی تھی۔ زیبی نے رومال اسے دیا جسے سلمان نے اسکی ناک پر رکھ دیا۔ چند لمحوں میں ہی وہ ہوش و حواس کھو گئی۔

اسے سیٹ پر صحیح سے بٹھا کر سلمان آگے آ بیٹھا تا کہ کسی کو کوئی شک نہ ہو۔ وہ آرام سے گاڑی یونیورسٹی سے باہر نکال لائے تھے۔ اب گاڑی اپنی منزل کی طرف رواں تھی۔ ان دونوں کے چہروں پر مکروہ مسکراہٹ تھی۔

عمیس ٹریفک میں پھنس گیا تھا اس لئے اس نے اسال کو اسے پک کرنے کا کہہ دیا جو یونہورسٹی کے پاس ہی تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ اسکی مقررہ جگہ پر پہنچتا وہ لوگ اسے بے ہوش کر چکے تھے مگر فیب کی قسمت اچھی تھی کہ اسال نے اسے گاڑی میں دیکھ لیا تھا۔ وہ خود حیران تھا کہ

وہ کیسے ان کے خاص کرزیبی کی موجودگی میں سلمان کے ساتھ جاسکتی ہے۔کچھ سوچ کر اس نے گاڑی انکے پیچھے لگادی۔

گاڑی جب سنسان سڑک پر مڑی تو اسے خطرے کا احساس ہوا تھا۔اس نے عمیس اور اپنے ایک قابل بھروسہ دوست جو کہ ایس پی تھا اس کو لوکیشن بتا کر وہاں فورا آنے کا کہا تھا۔وہ اکیلا تھا جبکہ وہ دو تھے۔اسے اپنی نہیں فیحہ کی فکر تھی کہ کہیں وہ اسے کچھ نہ کر دیں۔

وہ لوگ اسے ایک ویرانی جگہ پر لے آئے تھے۔وہ کسی کا انتظار کئے بغیر انکے پیچھے آگیا کہ اسکا لیٹ ہو جانا فیحہ کے لیے ٹھیک نہیں تھا۔وہ گاڑی دور ہی کھڑی کر آیا تھا۔

"آج تو اچھا موقع مل گیا ہے یار"۔زیبی کمینگی سے بولا تو سلمان ہنس دیا جبکہ وہ زمین پر بے ہوش پڑی تھی۔

"اتنی بھی کیا جلدی ہے؟"اسال اطمینان سے بولتے ہوئے ان کا اطمینان خراب کر گیا تھا۔ان دونوں نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا۔

"کیا لگتا ہے تمہیں اسکے سر پر کوئی نہیں ہے جو اسے تم جیسے بھیڑیوں سے بچا سکے؟"وہ غصے سے بولتا ہوا انکی طرف بڑھا۔زیبی فورا اس پر حملہ کرنے کے لئے آیا تھا مگر اس نے اسکا ہاتھ ہوا میں ہی روک لیا۔سلمان نے بھی اس پر حملہ کر دیا تھا۔اچھی خاصی لڑائی کے بعد اسال نے انہیں مار مار کر جب نڈھال کر دیا تو انکے ہاتھ انہی کی شرٹس سے باندھ کر ساتھ لگے کھمبے

سے باندھ دیئے۔ پھر وہ فیحہ کی طرف لپکا جو ہنوز بے ہوش بارش کے پانی میں بھیگ رہی تھی۔

"پرنس۔ پرنس۔ آنکھیں کھولو پرنسس"۔ وہ اسکا چہرہ تھپتھپاتے ہوئے بولا۔ پھر جلدی سے اسے اٹھا کر گاڑی کی طرف بڑھا۔ تب تک عمیس اور ظہیر بھی وہاں پہنچ گئے تھے۔ ظہیر کو سرسری تفصیل بتا کر وہ عمیس کے ساتھ اسے ہاسپٹل لے آیا۔ ہاسپٹل پہنچ کر انہوں نے گھر اطلاع دے دی تھی۔

سبھی وہاں موجود تھے ابی, ڈیڈی, عمیر, عمیس, جبران, سحر, اسال۔ سب ہی اسکے لئے پریشان تھے جو پچھلے تین گھنٹوں سے بے ہوش تھی۔ ڈاکٹرز کے مطابق اسے صبح ہوش آنا تھا۔ عمیر نے مشکل سے ڈیڈی اور ابی کو گھر بھیجا تھا وہ سب ابھی وہیں تھے۔ اسال نے بہت مشکل سے سحر کو چائے دی تھی کہ وہ کچھ بھی کھانے پینے سے انکاری تھی۔ عمیر نے تو وہ بھی نہیں لی۔ وہ ابھی تھوڑی دیر پہلے پاکستان پہنچا تھا۔

رات کو صرف ایک شخص رک سکتا تھا۔ بہت ہی مشکلوں سے دو کی اجازت ملی تو سحر اور عمیر وہاں رکے تھے۔

صبح فجر کے بعد وہ اٹھی تھی۔ایک دم سامنے عمیر کو دیکھ کر وہ ڈر گئی تھی۔پھر اس نے چیخیں مارنی شروع کر دیں۔عمیر جتنا اسکے پاس جاتا وہ اتنا بدک جاتی۔وہ اپنے ہی چہرے کو نوچ رہی تھی۔خود کو زخمی کر رہی تھی۔ڈاکٹرز نے بمشکل اسے نیند کی دوا دی تھی۔عمیر اور سحر اسے ایسے دیکھ کر بکھر گئے تھے۔عمیر کو اسکی آنکھوں میں اجنبیت دیکھ کر وہ ڈری سہمی بچی یاد آئی تھی۔ایک حادثے نے اسے واپس وہیں لا کھڑا کیا تھا جہاں سے وہ چلی تھی۔

عمیر نے اسے بہت مشکل سے سنبھالا تھا۔وہ عمیر اور سحر کے علاوہ کسی کی بھی موجودگی برداشت نہیں کرتی تھی۔ہلکی سی آہٹ پر بھی وہ خوفزدہ ہو جاتی تھی۔ابی نے اسکے ماحول کو چینج کرنے کا کہا تو عمیر اور سحر اسے لاہور لے آئے۔انکی کمپنی سے کسی نے کچھ روز کے لئے پروجیکٹ کے سلسلے میں وہاں آنا تھا سو عمیر انہیں وہاں لے آیا۔

وہ لوگ ایک فلیٹ میں رکے تھے۔یہ ابی کا ہی تھا جو انہوں نے اپنے لاہور سٹے کے دوران خریدا تھا۔سحر اور عمیر نے اپنی توجہ اور پیار سے اسے کافی حد تک اس حادثے کے اثر سے باہر نکال لیا تھا۔گھر میں جس طرح وہ ایک ہی کمرے میں بند رہتی تھی اب ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے لگی تھی۔

گھر سے فون آتے تو وہ نہیں سنتی تھی۔عمیر اور سحر کے لاکھ سمجھانے کے باوجود وہ ابی اور ڈیڈی کے علاوہ کسی سے بھی بات نہیں کرتی تھی۔عمیس اور جبران سے بھی نہیں۔بس ایک

اسال تھا جس کے وہاں اکثر کام کے سلسلے میں چکر لگتے تھے تو عمیر اور سحر کی کوششوں سے اس سے اسکی دوستی ہو گئی تھی مگر وہ بھی بہت ہی محدود حد تک۔

آج ڈیڈی اور عمیس نے کسی میٹنگ کے لئے آنا تھا تو ابی اور جبران بھی اس سے ملنے کے لئے آ گئے۔ آفس سے فری ہو کر انہوں نے گھر آنا تھا۔ سحر جانتی تھی مگر فیب کو وہ سرپرائز دینا چاہتے تھے۔

وہ کھانا کھا کر سحر کے ساتھ ہال میں بیٹھی تھی۔ سحر نے اسے دوائی دی اور اندر لیٹنے کو کہا کہ اسے تھوڑی ہی دیر میں نیند آ جانی تھی مگر وہ اسکی گود میں سر رکھے وہیں لیٹ گئی تھی۔

"ماما منحوس کیا ہوتا ہے؟" اسکے سوال پر جہاں سحر ٹھٹھکی تھی وہیں اندر آتے وہ سب بھی چونکے تھے۔

"کیوں پوچھ رہی ہو؟" جواباً وہ خاموش رہی مگر پھر تھوڑی دیر بعد اس نے دوبارہ سوال کیا"۔

"کیا میں منحوس ہوں؟"

"کیسی باتیں کر رہی ہو؟" اسکا دل کٹ ہی تو گیا تھا سو تڑپ کر بولی۔

"پتا نہیں"۔ وہ بے بسی سے بولی۔

"کسی نے کچھ کہا ہے کیا؟" وہ حیرانگی سے بولی مگر وہ جواباً خاموش رہی۔

"بتائیں نا؟"

"نہیں۔ منحوس کوئی نہیں ہوتا۔ اور جب کوئی ہوتا ہی نہیں ہے تو پھر میری بیٹی کیوں ہوئی؟"

وہ اسکے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے بولی۔

"کیا میں پاگل ہوں؟" اس نے دوبارہ سوال کیا۔

"کیسی باتیں کر رہی ہو؟" اب کے وہ رو دی تھی۔

"ماما اگر میں منحوس ہوں یا پاگل ہوں تو آپ مجھے اپنی زندگی سے نکال دیں۔ مجھے کہیں چھوڑ آئیں۔ آئی پرامس مجھے برا نہیں لگے گا۔ انہوں نے بھی تو مجھے چھوڑ دیا ہے نا تو کیا ہوا اگر آپ بھی مجھے چھوڑ دیں گی"۔ وہ بے بسی سے بولی۔

"یہ سب کس نے کہا؟ وہ بے بسی سے بولی۔

"مجھے نا بہت برا لگتا ہے جب سب مجھے پاگل کہتے ہیں۔ میں یہ سب جان کر تو نہیں کرتی نا۔ روشنی آپی کہتی ہیں کہ میں جان کر یہ سب کرتی ہوں۔ میں سچ میں جان کر نہیں کرتی ماما"۔ وہ اسکے ہاتھ تھامے بولی۔

"صبا آپی اور جویریہ آپی مجھے منحوس کہتی ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ میری وجہ سے سب غلط ہوتا ہے۔ سب پریشان رہتے ہیں۔ سب ٹھیک کہتے ہیں ماما۔ آپ بس مجھے کہیں چھوڑ آئیں۔ میں نہیں چاہتی میری وجہ سے کچھ بھی غلط ہو یا کوئی کسی سے میرے لئے لڑے۔

آپ دونوں میری وجہ سے سب سے دور رہ رہے ہیں مجھے بہت برا لگتا ہے ماما۔ بابا سب سے بہت پیار کرتے ہیں۔ میری وجہ سے وہ یہاں ہیں۔ بس آپ مجھے کہیں چھوڑ آئیں۔

میں ان سے یہ سب نہیں کہہ سکتی پلیز آپ بھی مت کہیئے گا۔انہیں اچھا نہیں لگے گا"۔وہ بند ہوتی آنکھوں سے بولے جا رہی تھی۔کمرے میں صرف سحر کی سسکیاں گونج رہی تھیں۔ عمیر کے قدم لڑکھڑائے تھے مگر بروقت اسال نے اسے سنبھالا تھا۔

چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا وہ اسکے پاس آیا تھا جو اب مکمل طور پر نیند کی وادی میں چلی گئی تھی۔عمیر نے اسکا سر چوم کر اسے کسی گڑیا کی طرح گود میں اٹھایا اور اندر کمرے کی طرف چلا گیا۔اسے بستر پر لٹا کر اس نے دوبارہ اسکے ہاتھ چومے اور کمبل صحیح کرتا باہر نکل گیا۔

"سحر کھانا لگاو"۔عمیر خود کو کمپوز کرتے ہوئے بولا۔سب بالکل خاموش بیٹھے تھے۔وہ اٹھ کر کچن میں آگئی۔جبران اسکے پیچھے آیا تھا۔

"آپی"۔اس نے روتی ہوئی سحر کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ روتی ہوئی اسکے سینے سے لگ گئی۔ اس کے پاس کچھ کہنے کے لئے الفاظ ہی نہیں تھے اس لئے خاموشی سے اسکا سر تھپتھپاتا رہا۔ عمیس بھی وہیں آگیا تھا۔وہ دنوں اسے سمجھاتے رہے پھر اسکے ساتھ ہی کھانا ٹیبل پر لگانے لگے۔ڈیڈی اور ابی خود پریشان تھے کہ وہ سب کی باتیں سنتی رہی تھی مگر اس نے کسی سے کچھ نہیں کہا تھا۔کھانے کے دوران بھی سب خاموش رہے تھے۔اس خاموشی کو عمیر کی آواز نے توڑا تھا۔

"یہاں کا پروجیکٹ کمپلیٹ ہونے والا ہے پھر بھی میں اب یہیں رہنا چاہتا ہوں۔ ہماری بیٹی نے ہماری خاطر بہت کچھ سن لیا اور سہہ لیا ہے۔ ہم بہت مشکل سے اسے سنبھال پائیں ہیں۔ نہ ہم میں اسے مزید بکھرتے دیکھنے کا حوصلہ ہے اور نہ ہی وہ اب کچھ سہہ سکے گی۔ اسلئے ہم اب یہیں رہیں گے"۔ وہ کچھ لمحوں کے لئے خاموش ہوا۔

"میں نہیں چاہتا کہ جو کچھ ہوا اسکا ذکر کسی سے بھی کیا جائے۔ وہ اگر ہمارے لئے خاموش ہے تو ہمیں بھی اسکی خاموشی کا بھرم رکھنا چاہیئے۔ آپ لوگوں میں سے بھی اگر کسی کی فیلنگز اسکے لئے ایسی ہی ہیں تو بے شک وہ اس سے تعلق نہ رکھے۔ آئی ایم سوری بٹ میں کسی کے بھی لئے اپنی بیٹی کو نہیں چھوڑ سکتا"۔ اسکا ضبط بس یہیں تک تھا سو وہ کہہ کر اٹھا اور اپنے کمرے میں بند ہو گیا۔

شام کو وہ اٹھی تو اسے ایسا لگا جیسے اس نے ابی کی آواز سنی ہو۔ پہلے وہ اسے اپنا وہم سمجھ کر لیٹی رہی مگر پھر جب دوبارہ آواز آئی تو جلدی سے فریش ہو کر باہر آگئی۔ سامنے ابی اور ڈیڈی کو دیکھ کر اسکا چہرہ کھل اٹھا۔

"آپ لوگ کب آئے"۔ سحر اسکی آواز میں خوشی کو محسوس کر سکتی تھی۔

"ہم تو کب سے آئے ہوئے ہیں مگر میرا شیر بچہ اٹھنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا"۔وہ اسکے سر پر چپت لگاتے ہوئے بولے۔

"سوری ابی وہ دوائی لی تھی اس لئے۔ آپ پہلے بتاتے تو میں دوائی ہی نہ کھاتی"۔وہ انکے پاس بیٹھتے ہوئے بولی۔

"دوائی بھی تو ضروری ہے نا بیٹا۔بس جلدی سے اپنا کورس پورا کرو پھر میں, تمہارے ابی اور تم ہم مل کر کہیں گھومنے چلیں گے"۔ڈیڈی نے پیار سے کہا تو وہ مسکرا دی۔ تبھی سحر سب کے لئے چائے لے آئی۔

"کچھ کھاو گی؟"

"آپ روئی ہیں؟"وہ سحر کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"نہیں تو"۔وہ مسکرا کر بولی۔

"میں نے سوتے میں کچھ کیا ہے؟" اس نے نظریں چراتے ہوئے پوچھا۔ اسے لگا شاید اب بھی سوتے میں اسے فٹس پڑا ہے۔

"نہیں بے بی"۔

"کچھ کہا ہے؟" وہ بے چینی سے بولی۔

"میری جان کچھ نہیں ہوا۔ بس تھکن کی وجہ سے اور سر درد کی وجہ سے ایسا لگ رہا ہے تمہیں۔ یہ لو چائے پیو۔ کب سے ابی اور ڈیڈی تمہارا ویٹ کر رہے تھے"۔ وہ بات بدلتے بولی۔

"اچھا آپی ہم نہیں ویٹ کر رہے تھے کیا؟" عمیس خفگی سے بولا تو وہ اٹھ کر اسکے سینے سے لگ گئی۔

"کیسی ہے میری گڑیا؟"

"ٹھیک"۔

"میں نے تمہیں بہت مس کیا"۔ عمیس اسکے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا۔

"ہٹو مجھے بھی میری بلی سے ملنے دو"۔ جبران نے اسے اپنے پاس کرتے ہوئے کہا۔ اس سے مل کر اسکی نظر اسال پر پڑی جو اسے دیکھ کر مسکرا دیا۔

"کیسی ہو پرنسز؟"

"ٹھیک"۔ وہ بھی جواباً مسکرا کر بولی پھر وہ نہ جانے ڈیڈی اور ابی کو کیا کچھ سناتی رہی۔ وہ دونوں بس اپنی نم ہوتی آنکھوں سے اپنی اس بولتی ہوئی گڑیا کو سن رہے تھے جو ان سب کے لئے بہت خاص تھی۔

"بس کرو پٹر پٹر بولے جا رہی ہو"۔ عمیس نے اسے چھیڑا تو وہ بس مسکرا دی۔

"ڈیڈی آپ اور ابی ریسٹ کر لیں آپکی نو بجے کی فلائیٹ ہے"۔ سحر کے کہنے پر وہ افسردگی سے بولی۔

"آپ آج ہی واپس چلے جائیں گے"۔

"آج تو جانا ہے مگر ہم اگلے ہفتے آئیں گے کافی سارے دنوں کے لئے۔ہاں تمہارے پاس ان تینوں کو دو دن کے لئے چھوڑ کر جا رہے ہیں انہیں خوب تنگ کرنا"۔ابی کی بات پر وہ ہنس دی۔

"چلو گڑیا ہم آئسکریم کھانے چلتے ہیں"۔وہ کچن میں تھی جب عمیس نے اسے بلانے آیا۔

"میں بابا کو بتا دوں"۔

"بلی میں نے کہہ دیا ہے"۔

"پلیز میں دو منٹ میں ان سے مل کر آئی"۔وہ منمنائی۔

"گڑیا"۔عمیس نے اسے گھورا تو وہ پھر منمنائی۔

"پلیز نا میں ابھی تک ان سے نہیں ملی"۔

"اچھا جاو بابا ز گرل"۔وہ خفگی سے بولا۔

دو دن بعد وہ دونوں بھی چلے گئے تھے۔بس اسال رہ گیا تھا۔وہ اپنے کمرے میں بیٹھی کوئی بک پڑھ رہی تھی جب وہ نوک کر کے اندر آیا۔وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

"باہر کیوں نہیں آتی ہو؟"وہ سامنے صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"ویسے ہی؟"

"ویسے ہم بھی کزنز ہیں۔اچھے دوست بھی بن سکتے ہیں اگر تم چاہو تو"۔وہ صرف خاموش رہی۔

"ہر دفعہ مجھے ہی تمہارے پاس آنا پڑتا ہے کبھی تم بھی آجایا کرو"۔وہ اب شکوہ کرتا بولا۔

"اچھا چلو ڈنر پر چلتے ہیں"۔وہ کھڑا ہوتا ہوا بولا تو وہ ایک دم بولی۔

"نہیں"۔

"وجہ؟"اب کی بار وہ خوشگمیں نظروں سے اسے گھورتے ہوئے بولا۔

"ویسے ہی"۔وہ منمنائی۔

"دس منٹ میں نیچے آو عمیر بھائی سے پرمیشن لے لی ہے میں نے"۔وہ گھڑی پر نظر ڈالتا ہوا بولا اور اسکی کچھ بھی سنے بغیر باہر نکل گیا۔اس کے کہنے کے باوجود وہ عمیر کے پاس آئی تھی۔

"بابا وہ اسال۔۔۔"وہ جھجھکتے ہوئے بولی تو عمیر نے مسکرا کر اسکی پریشانی دور کر دی۔

"مجھ سے پوچھ لیا ہے اس نے۔چلی جاو"۔وہ جانے لگی تو عمیر نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اس پر بوسہ لیا۔

"میری بیٹی میرا فخر ہے"۔وہ مسکراتی ہوئی باہر چلی گئی۔

وہ تیار ہو کر آئی تو وہ لاونج میں ہی کھڑا تھا۔سحر کو مل کر وہ اسکے ساتھ باہر آگئی۔سادگی میں بھی وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔

"ایک بات بتاو پرنسس تمہیں مجھ پر یقین نہیں ہے کیا؟"اسال کے سوال پر اس نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

"جب میں نے کہا تھا کہ میں نے بھائی سے بات کر لی ہے تو تم خود کیوں گئیں انکے پاس؟"وہ خفگی سے بولا تو وہ اپنے ہاتھوں کو گھورتے ہوئے بولی۔

"سوری"۔

"میں نے سوری کہنے کا تو نہیں کہا"۔وہ نرمی سے بولا مگر وہ خاموش رہی۔

"کہاں ڈنر کرو گی؟"وہ بات بدلتے ہوئے بولا تو وہ آہستہ سے بولی۔

"کہیں بھی"۔

"اوکے بٹ ڈنر سے پہلے مجھے عروہ کے لئے کچھ لینا ہے اور تم اس میں میری مدد کرو گی"۔وہ گاڑی مال کی طرف جانے والی سٹرک کر ڈالتے ہوئے بولا۔

"مگر میں کیسے؟"وہ منمنائی۔

"ہیلپ ہی کرنی ہے۔پلیز منع مت کرنا"۔وہ التجائیہ انداز میں بولا تو وہ چپ ہو گئی۔

"تمہیں پتا ہے نا عروہ کی منگنی ہے اس منتھ کے اینڈ پر"۔وہ اسے بولنے کے لئے اکساتے ہوئے بولا تو اس نے جی کہنے پر ہی اکتفا کیا۔

"پھر تم بھی آ رہی ہو نا؟"

"پتا نہیں"۔وہ انگلیاں مروڑتے ہوئے بولی۔وہ گاڑی پارک کر چکا تھا مگر اترا نہیں۔

"کیوں پریشان ہو رہی ہو؟"وہ بہت نرمی سے بولا تو فیب نے اسے دیکھا۔

"پرنسس بھروسہ کرنا سیکھو ورنہ لائف بہت مشکل ہو جائے گی"۔وہ اسکے ہاتھ تھامے بولا۔

"چلو دوستی کر لیتے ہیں پھر تمہیں مجھ سے پرابلم نہیں ہو گی"۔وہ مسکرا کر بولا تو وہ بھی مسکرا دی۔

"گڈ گرل۔ایسے ہی ہنستی رہا کرو پرنسس"۔وہ اسکی چھوٹی سی ناک دباتے ہوئے بولا۔

"چلو آو"۔وہ اسے لئے اندر آگیا۔اس نے عروہ کے لئے فیب کی پسند کا ہی سوٹ لیا تھا۔پھر کچھ اور کپڑے لئے ان میں بھی اسکی رائے لیتا رہا۔پھر انہوں نے اچھا سا ڈنر کیا۔اسال آج اس سے دوستی کر کے ہی اٹھا تھا۔

واپسی پر سحر انہیں ہال میں ہی ملی تھی۔وہ بھی وہیں آ گئے۔

"آپی یہ دیکھیں ہماری شاپنگ"۔وہ سحر کو بیگز پکڑاتا ہوا بولا۔سحر کو ہر چیز بہت اچھی لگی تھی۔

"یہ اتنے سارے کپڑے ہیں کس کے؟"

"یہ عروہ کے ہیں اور یہ میری پیاری سی دوست کے"۔وہ مسکرا کر فیب کو دیکھتے ہوئے بولا جو سینڈل اتارنے میں مصروف تھی۔

"کون سی دوست؟"سحر نے اسے گھوری سے نوازتے ہوئے پوچھا۔

"نئی بنی ہے آج ہی وہ بھی زبردستی بنائی ہے۔کوشش تو اتنے دنوں سے کر رہا تھا مگر اب جا کے مانی ہے"۔وہ صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر بولا۔

"سدھر جاو لڑکے ورنہ ابھی آنی کو کال کرتی ہوں"۔ سحر نے اسے ڈرانا چاہا۔ وہ جس کے بارے میں یہ سب بول رہا تھا وہ خاموشی سے اٹھ کر اندر چلی گئی۔

"یار آپی آپکی بیٹی نا بے حس ہے۔ اتنی مشکل سے دوستی کی ہے کہ نہ ہی پوچھو۔ اور دیکھیں یہ سب یہیں چھوڑ کر چلی گئی ہے۔ بندہ پوچھے کسی غریب کی محنت کی کمائی ہے بندہ مسکرا کر رکھ ہی لے"۔ وہ سحر کے کندھے پر سر رکھتا ہوا بولا تو وہ ہنس دی۔

"وہ تب تک نہیں لے گی جب تک اسکے بابا نہ کہہ دیں"۔ سحر نے مسکرا کر سامان سمیٹتے ہوئے کہا۔

"ایک بات پوچھوں"۔ سحر دوبارہ بیٹھتے ہوئے بولی۔

"یہ سب کیوں کر رہے ہو؟"

"دماغ خراب ہو گیا اس لئے"۔وہ تپ کر کہتا کمرے میں چلا گیا۔سحر خاموش بیٹھی رہی پھر سامان اٹھا کر فیب کے روم میں لے آئی جو خالی پڑا تھا کیونکہ وہ یقینا اپنے بابا کو آج کی روداد سنا رہی تھی۔

"بابا اسال نے مجھے سوٹ دلوایا ہے۔میں نے منع بھی کیا تھا"۔وہ صوفے پر اسکے پاس بیٹھی اسے بتا رہی تھی جو کافی دیر سے مسکراتا ہوا اسے سن رہا تھا۔

"بے بی وہ آپکا دوست ہے نا تو وہ گفٹ دے سکتا ہے۔آپ لے لیا کرو بلکہ اسکے جانے سے پہلے آپ بھی اسے گفٹ دے دینا"۔آخر میں وہ اسے سمجھاتا ہوا بولا۔

"آپ اپنی پسند سے لے آیئے گا بابا مجھے کیا پتا لڑکوں کو کیا اچھا لگتا ہے؟"وہ اسکے کندھے پر سر رکھے بولی تو وہ مسکرا دیا۔

"بری بات بیٹا۔آپ اپنی پسند سے لینا اسے اچھا لگے گا"۔وہ اسے سمجھاتے ہوئے بولا۔اندر آتے اسال نے سب سن لیا تھا۔وہ سحر سے چائے کی فرمائش کرنے آیا تھا مگر وہیں سے مڑ گیا۔

"کیوں مسکرایا جارہا ہے؟"سحر نے اسے مسکراتے ہوئے دیکھ کر پوچھا تو وہ بات بدلتے ہوئے بولا۔

"چائے کا کہنے گیا تھا آپکو بٹ آپ ملی ہی نہیں"۔

"چلو روم میں میں لاتی ہوں"۔

اسال چلا گیا تو وہ بھی اپنی پڑھائی میں لگ گئی کیونکہ عمیر نے اسکا اوپن سے ایڈمیشن بھیج دیا تھا۔یونیورسٹی کا خوف ہی اتنا تھا کہ اس نے صاف انکار کر دیا تھا۔یہی ایک طریقہ انہیں سمجھ آیا تھا۔گھر والوں کے علاوہ عروہ اسال اور آنی اس سے رابطے میں تھیں۔

وہ لوگ رات کا کھانا کھا رہے تھے جب سحر نے بات چھیڑی۔

"آج آنی کی کال آئی تھی"۔عمیر نے ایک نظر فیب کو دیکھا جو کھانے میں مصروف تھی۔اس نے سحر کو بات جاری رکھنے کا اشارہ کیا۔

"وہ عروہ کی منگنی پر ہم سب کو بلا رہی تھیں۔بہت اصرار کر رہی تھیں کہ فیب بھی آئے"۔

اپنے نام پر اس نے نظریں اٹھا کر ان دونوں کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہے تھے۔

"ہم چلیں گے؟" اس نے عمیر سے پوچھا۔ لہجے میں کوئی تاثر نہیں تھا۔

"تم کیا چاہتی ہو؟" سوال کے بدلے میں سوال آیا تھا۔

"ممی کی مرضی"۔ وہ کندھے اچکا کر بولی تو سحر مسکرا دی۔

عمیر کی میٹنگز کی وجہ سے وہ لوگ منگنی والے دن سے ایک دن پہلے پہنچے تھے۔ اسال نے انہیں سیدھا آنی کے گھر آنے کا کہا تھا کیونکہ وہ ان سے سخت ناراض تھیں۔ پھر بھی وہ سامان گھر رکھ کر اور فریش ہو کر وہاں گئے تھے۔ آنی کو انہوں نے بہت مشکل سے منایا تھا۔ عروہ اور آنی اس سے بہت محبت سے ملی تھیں۔ انکل نے شفقت سے اسکے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے اعلان کیا تھا کہ منگنی تک وہ وہیں رہے گی اور اس بات پر کوئی بحث نہیں ہو گی۔ عروہ تو خوشی سے اس سے لپٹ گئی تھی۔ سب بہت خوش تھے بس ایک ہی وجود ایسا تھا جو اسال کو اسطرح فیب کو دیکھتے رہنے پر جل رہا تھا۔ وہ تھی اسال کی پھپھو زاد مرینہ۔ سب باتوں میں مصروف تھے۔ عروہ اسے اپنے ساتھ روم میں لے آئی تھی۔

"کیسا رہا سفر؟"

"اچھا تھا"۔وہ اسکے سامنے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے بولی۔ تبھی ملازمہ چائے اور لوازمات لے آئی۔ عروہ چائے کے دوران اس سے باتیں کر رہی تھی۔اس نے اسے منگنی کا جوڑا زیور لڑکے کی تصویر اسکا بائیوڈیٹا سب بتا دیا تھا۔وہ بس مسکراتے ہوئے سب سن رہی تھی۔ تبھی اسال وہاں آ گیا۔

"کیا باتیں ہو رہی ہیں پرنسس؟"

"بھائی یہ باتیں ہی نہیں کرتیں۔کب سے میں ہی بولے جا رہی ہوں"۔جواب عروہ نے دیا تو وہ مسکرا دیا۔

"یہ باتیں تب کرے نا جب تم موقع دو"۔وہ عروہ کو چھیڑتے ہوئے بولا۔

"پرنسس عمیر بھائی بلا رہے ہیں۔وہ لوگ جا رہے ہیں"۔اسال کے کہنے پر وہ فوراً سے اٹھی تھی۔عروہ نے جلدی سے اسکی کلائی پکڑی۔

"آپ نہیں جاو گی ورنہ میں ناراض ہو جاوں گی"۔وہ کسی بچے کی طرح ضد کرتے ہوئے بولی۔ اسال نے اسے ہٹایا تو وہ باہر چلی گئی۔

"بابا مجھے بھی لے جائیں نا"۔وہ عمیر کے سینے سے لگتے ہوئے بولی۔

"بے بی میں نے تو کہا تھا مگر آنی ناراض ہو رہی ہیں۔کل تو ہم سب آجائیں گے نا"۔عمیر نے اسے چپ کروایا تو کچھ سوچ کر وہ خاموش ہو گئی۔سحر اس سے مل کر گاڑی میں بیٹھ گئی۔

"آپ رات کو مجھے کال کریں گے نا؟"اس نے عمیر کے سائیڈ پر کھڑے ہوتے ہوئے کہا تو اس نے مسکرا کر ہاں میں سر ہلا دیا۔وہ نم آنکھوں سے انہیں جاتا ہوا دیکھتی رہی۔

"پریشان کیوں ہو رہی ہو پرنسس یہ بھی تو تمہارا ہی گھر ہے"۔اسال اسے تسلی دینے کے لئے بولا تو وہ مسکرا دی۔تبھی کسی نے یہ منظر قید کر لیا تھا۔

شام کو ڈھولکی تھی۔سب تیار ہو کر ڈھولکی بجانے میں مصروف تھے۔سحر,صبا,جویریہ,روشنی اور ممی بھی ڈھولکی میں آئے تھے۔ممی اسے اپنے ساتھ لگا کر بیٹھی تھیں۔ان کا تو اسے دیکھنے

سے دل ہی نہیں بھر رہا تھا۔ وہ سب کچھ انجوائے کر رہی تھی۔ اس کے چہرے سے خوشی چھلک رہی تھی۔

عروہ وہاں سے جلدی ہی اٹھ گئی تھی۔ اسے ساتھ لئے وہ اندر آگئی تھی۔ وہ واشروم میں تھی جبکہ وہ بیڈ پر بیٹھی چوڑیاں اتار رہی تھی جو ممی نے اسے پہنائی تھیں۔ تبھی اسال روم میں آیا۔ وہ سمجھی عروہ ہے سو بنا دیکھے اپنے کام میں لگی رہی۔

"بہت پیاری لگ رہی ہو"۔ مردانہ گھمبیر آواز پر اس نے چہرہ اٹھایا۔ وہ سامنے کھڑا مسکرا رہا تھا۔ اسے مسکراتا دیکھ اسکا دل زور سے دھڑکا تھا۔ وہ چلتا ہوا اندر آگیا۔

"عمیر بھائی کی کال ہے"۔ اس نے اپنا موبائل اسے تھماتے ہوئے کہا۔ وہ جلدی سے سیل لیکر ٹیرس پر آگئی۔ اسال نے اسکی چوڑیاں اٹھا کر اپنی ہتھیلی پر رکھ لیں۔ پھر اسکی خوشبو محسوس کرتا انہیں وہیں رکھ کر باہر چلا گیا۔

وہ بات کر کے لوٹی تو عروہ سو چکی تھی۔ اسے موبائل لوٹانا تھا سو باہر چل دی۔ سامنے ہی اسے آنی مل گئیں جو مرینہ اور اسکی ماں شمیم کے ساتھ بیٹھی تھیں۔

"آنی یہ اسال کا فون"۔ اس نے موبائل انہیں تھامتے ہوئے کہا۔

"بیٹا اسال ڈرائنگ روم میں ہے۔ تمہاری ممی بھی وہیں ہیں اسے دے بھی آو اور ممی سے مل لو وہ جانے لگی ہیں"۔ وہ اثبات میں سر ہلاتی ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گئی۔

"آپ اسے زیادہ ہی سر نہیں چڑھا رہیں۔ پہلے ماموں جان نے اسے روک لیا اب یہ اسال کے پیچھے ہے"۔ مرینہ جل کر بولی تو وہ ہنس دیں۔

"ایسا کچھ نہیں ہے۔ یہ میرے بیٹے کے پیچھے نہیں میرا بیٹا اسکے پیچھے پڑا ہے"۔ آخری بات وہ صرف سوچ کر مسکرا دیں۔

اگلے دن وہ صبح ہی اٹھ گئی تھی۔ بابا سے بات کر کے وہ نیچے آ گئی۔ پہلا ٹکراو اسکا آنی سے ہوا تھا۔

"مجھے پتا تھا میری گڑیا جلدی اٹھ جائے گی"۔ وہ اسے دیکھ کر مسکرا کر بولیں اور اسے اپنے ساتھ ہال میں لے آئیں۔

"بیٹھو میں فری کو چائے کا کہہ کر آتی ہوں"۔ وہ ابھی جانے ہی لگی تھیں کہ اوپر سے کسی نے انہیں بلا لیا۔ وہ اسے وہاں بیٹھنے کا اشارہ کرتی سیڑھیوں کی طرف چل دیں۔ پہلے تو وہ چند منٹ

بیٹھی رہی پھر کچن میں آگئی۔ جہاں فری کی بیٹی رو رہی تھی۔ اسے دیکھ کر وہ شرمندگی سے بولی۔

"باجی بس دو منٹ ابھی بنا دیتی ہوں چائے"۔

"کوئی بات نہیں آپ اسے چپ کرا لیں چائے میں بنا لیتی ہوں"۔

"ارے نہیں آپ تو مہمان ہیں جی"۔ وہ جلدی سے بولی۔

"تو کیا ہوا۔ ایک چائے ہی تو بنا رہی ہوں"۔ وہ کہتی ہوئی چیزیں ڈھونڈنے لگی۔
"جیسے آپ کی مرضی جی"۔ فری اپنی بیٹی کو لیکر ایک طرف بیٹھ گئی۔

"ایک بات کہوں جی"۔

"ہوں"۔ وہ پانی چولہے پر چڑھاتی بولی۔

"پانچ چھ کپ بنالیجئے گا۔ابھی اسال صاحب اور بڑے صاحب بھی آجائیں گے"۔وہ جھجھکتے ہوئے بولی تو اس نے سر ہلا دیا۔

چائے بنا کر اس نے دو کپوں میں ڈالی اور باہر ہال میں لے آئی۔ آنی بھی تب تک وہاں آچکی تھیں۔دونوں چائے پی رہی تھیں جب اسال اور انکل بھی واک سے آگئے۔اسال کو اندر آتا دیکھ مرینہ بھی جلدی سے نیچے آئی تھی مگر وہاں سب کو خاص کر فیب کو دیکھ کر اسکا حلق کڑوا ہو گیا۔فری سب کے لئے چائے لے آئی تھی۔

"یہ چائے تم نے بنائی ہے؟"انکل نے حیرت سے پوچھا۔

"کیوں صاحب ٹھیک نہیں بنی کیا؟"فری نے ایک نظر فیب کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔وہ بھی انکل کو ہی دیکھ رہی تھی کہ سب کچھ تو ٹھیک تھا پھر کیوں پوچھ رہے تھے۔

"نہیں اچھی بنی ہے نا اس لئے پوچھ رہا ہوں"۔وہ کپ منہ کو لگاتے ہوئے بولے۔

"وہ جی آج چائے باجی نے بنائی ہے"۔وہ فیب کی طرف اشارہ کر کے بولی۔

"لیکن جی میں نے منع کیا تھا۔ بہت منع کیا تھا۔ انہوں نے اپنی خوشی سے بنائی ہے"۔ وہ اپنی مالکن کا منہ کھلتا دیکھ کر جلدی سے بولی۔

"بیٹا چائے بہت اچھی بنی ہے"۔ انکل نے کہا تو وہ مسکرا دی۔
"مگر تمہیں کیا ضرورت تھی یہ سب کرنے کی؟" تہمینہ کی بات پر وہ مختصر سا جواب دے کر اٹھ گئی۔

"اسکی بیٹی رو رہی تھی"۔
اسال اور انکل ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرا دیئے۔

ناشتے کے بعد وہ عروہ کے ساتھ بیٹھی تھی جب آنی اسکا سامان لیکر آئیں۔
"چلو شاباش جلدی سے اٹھو پارلر جانا ہے"۔ وہ عروہ کو کہتی اسکی چادر نکالنے لگیں۔ پھر اسے مرینہ کی فرمائش پر اسکے ساتھ پارلر بھیج کر اسکے پاس آئیں جو کمرے کو سمیٹ رہی تھی۔

"آپی اور سب گھر والے پہنچنے والے ہیں بیٹا۔ مہمان تو خیر دو بجے تک آئیں گے۔ تم یہ سب چھوڑو اور فریش ہو جاو"۔ وہ اسکے ہاتھ سے کشن لیتے ہوئے بولیں۔ وہ واشروم میں چلی گئی تو وہ بیڈ پر بیٹھ کر کچھ سوچنے لگیں۔

دوپہر کے لئے سحر نے اسے خود تیار کیا تھا۔ ہلکے سے میک اپ میں ہی وہ کھل اٹھی تھی۔ رائل بلیو فراک اور تنگ پاجامے میں سر پر نفاست سے سکارف لئے اور دوپٹا کندھوں پر سلیقے سے ٹکائے وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ عمیر تو اسے دیکھ کر رخ ہی بدل گیا تھا کہ کہیں اسے اسکی نظر ہی نہ لگ جائے۔

ممی نے اسے عروہ کے پاس بھیجا تھا آنی کو بلانے۔ وہ دونوں اسال کے روم میں تھیں۔ سب مہمان آ گئے تھے سو وہ اسے عروہ کے پاس چھوڑ کر مہمانوں کے پاس آ گئیں۔

"آپ بہت پیاری لگ رہی ہو"۔ عروہ اسے دیکھ کر محبت سے بولی تو وہ مسکرا دی۔ تبھی اسال وہاں آیا تھا۔ اسے ایسے دیکھ کر اسکے ہارٹ نے ایک بیٹ مس کر دی تھی۔ عروہ بھائی کو ایسے دیکھ کر بہانہ کر کے ڈریسنگ روم میں چلی گئی۔

"بہت خوبصورت لگ رہی ہو"۔ اسال کی آواز پر وہ چونک کر پلٹی تھی۔ وہ سر جھٹک کر اسکے پاس آیا۔

"چلو پرنسس ایک سیلفی لیتے ہیں۔ انکار مت کرنا کہ تم دوست ہو میری۔ پلیز"۔ وہ التجائیہ لہجے میں بولا تو وہ خاموش رہی۔ اس نے دو چار سیلفیز لیں تب تک عروہ بھی آگئی۔ اسال نے خود سے دو سال چھوٹی بہن کا ماتھا چوما تو اسکی آنکھیں نم ہو گئیں۔

"رونا مت صرف منگنی ہے رخصتی نہیں"۔ وہ اسے پچکارتے ہوئے بولا۔ آنی اور مرینہ کے آنے پر وہ سب باہر کی طرف نکلے مگر مرینہ نے اسال کا ہاتھ پکڑ کر روک لیا۔

"کیا بدتمیزی ہے یہ؟" وہ ہاتھ جھٹکے سے چھڑاتا ہوا بولا۔

"کیا میں جان سکتی ہوں کہ تم اس کے آگے پیچھے کیوں پھر رہے ہو؟ اس میں ایسا کیا ہے اسال جو مجھ میں نہیں ہے۔ پچھلے تین سالوں سے تمہارے پیچھے خوار ہو رہی ہوں تم بات کرنا تو دور دیکھتے بھی نہیں ہو۔ اور وہ۔۔۔"

"اٹس نان آف یور بزنس"۔ وہ غصے سے چیخا تو مرینہ نے اسکا گریبان پکڑ لیا۔

"تمہاری جو یہ سو کولڈ عزت ہے نا اس کی دھجیاں میں دو منٹ میں بکھیر سکتی ہوں پھر جو تمہاری بہن کے سسرال والے ہیں نا وہ اس پر تھوک کر جائیں گے"۔ وہ اسکے بہت زیادہ قریب کھڑی غرائی تھی تبھی فیب اندر داخل ہوئی۔

اسے آنی نے انگوٹھی لینے بھیجا تھا۔ ان دونوں کو ایسے دیکھ کر وہ کچھ لمحوں کے لئے ایسے ہی کھڑی مرینہ کا منہ دیکھتی رہی جسے اب اسال پیچھے دھکا دے چکا تھا پھر سائیڈ ٹیبل سے انگوٹی کا کیس اٹھایا اور ان کی طرف آئی۔ اسال اسکی حرکتوں اور تاثرات سے کچھ بھی اندازہ نہیں لگا پا رہا تھا۔ اس کی اگلی حرکت پر جہاں اسال کو حیرت کا جھٹکا لگا تھا وہیں مرینہ بھی حیران رہ گئی تھی۔ اس نے ایک زوردار تھپڑ مرینہ کے منہ پر دے مارا تھا۔

"آئندہ اسال سے دور رہنا ورنہ اچھا نہیں ہو گا"۔ وہ انگلی اٹھائے اسے وارن کرتی اسال کی طرف مڑی اور اس کا ہاتھ تھامے اسے وہاں سے لے گئی۔ اسال حیرت کا شکار اسکے ہاتھ میں موجود اپنے ہاتھ کو دیکھ رہا تھا۔ باہر آکر اس نے اسال کا ہاتھ چھوڑ دیا اور بنا اسکی طرف دیکھے آنی کی طرف چل دی۔ وہ حیرت سے گنگ کھڑا تھا۔

کبھی یک بہ یک توجہ کبھی دفعتاً تغافل
مجھے آزما رہا ہے کوئی رخ بدل بدل کر

"یہ تم نے اچھا نہیں کیا اسال۔ اسکی قیمت تو آج ہی چکاو گے تم وہ بھی ابھی"۔ مرینہ غصے میں آگ بگولا ہوتی اپنے روم کی طرف بڑھی جہاں وہ رکی ہوئی تھی۔

منگنی کی رسم کے بعد سب کھانا کھا رہے تھے۔ فیب سحر کے پاس بیٹھی تھی۔ اسال آتے جاتے اسکے چہرے کو کھوج رہا تھا مگر کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ چائے کے لئے خواتین ہال میں بیٹھی باتوں میں مصروف تھیں جبکہ مرد حضرات گیسٹ روم میں بیٹھے تھے۔ تبھی مسکراتی ہوئی مرینہ ادھر آئی۔

"اٹیشن پلیز"۔ وہ مسکرا کر بولی تو سب نے اسے چونک کر دیکھا۔

"مجھے عروہ کو ایک سرپرائز دینا ہے۔ عروہ کو ہی کیوں آپ سب کو بھی"۔ وہ چہرے پر شیطانی مسکراہٹ سجائے بولی۔ تبھی وہاں سے گزرتے اسال کو اس نے مخاطب کیا۔

"ادھر آونا اسال۔ تم بھی تو دیکھو۔ تمہیں بہت پسند آئے گا"۔ وہ ایک ادا سے بولی۔ اسال کی نظر خود بخود فیب پر پڑی جو اسی کو دیکھ رہی تھی۔ عروہ کی ساس کے کہنے پر اسے آنا پڑا مگر اسے ڈر بھی تھا کہ نہ جانے وہ کیا کرنے والی تھی۔

مرینہ نے موبائل پروجیکٹر کی مدد سے سامنے سفید پردے پر پکس چلا دیں جو فیحہ اور اسال کی تھیں۔ کچھ پکس لاہور کی تھیں جن میں وہ ڈنر کر رہے تھے مال میں شاپنگ کر رہے تھے۔ کچھ کل ڈھولکی کی اور آج انکی سیلفی لیتے ہوئے کی پکس تھیں۔ سب انہیں ہی دیکھ رہے تھے۔ سحر نے غصے میں اٹھنا چاہا مگر فیحہ نے اسکا ہاتھ پکڑ لیا۔

"وہ تماشا لگانا چاہتی ہے ماما۔ مجھے ہینڈل کرنے دیں"۔ سحر نے حیرت سے بیٹی کو دیکھا جو آج خلاف توقع نارمل تھی۔

"کیسی لگیں پکس؟" وہ اسال کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"یہ سب کیا ہے؟ ہم تو آپ لوگوں کو بہت شریف سمجھے تھے۔ شریف گھروں میں یہ ہوتا ہے کیا؟" عروہ کی پھپھو ساس نے آنی سے پوچھا جو خود پریشان کھڑی تھیں۔ اسکی ساس نے اپنی نند کو چپ کروانا چاہا مگر وہ آگ بگولہ ہو گئیں۔ بات اتنی بڑی نہیں تھی جتنی بنالی گئی تھی۔ وہ صرف پکس تھیں جس میں قابل اعتراض کوئی بات نہیں تھی۔ وہ خاتون فرح کا انکی بیٹی سے رشتہ نہ ہونے کا غصہ نکال رہی تھیں۔

"اس میں برا کیا ہے صرف ہماری پکس ہی تو ہیں"۔ جواب بہت تحمل سے فیحہ نے دیا تھا۔ مرینہ کو اسکا تحمل بہت ناگوار گزرا تھا۔ سب ہی اسے دیکھ رہے تھے۔

"شاید مرینہ کو ڈیٹس یاد نہیں رہتی نا اسلئے وہ آج ہمیں اینیور سری وش کر رہی ہے"۔ وہ مسکرا کر کہتی اسال کے ساتھ کھڑی ہو گئی۔ سب ہی تو خاموش تھے۔ جیسے سانپ سونگھ گیا ہو۔ اسال نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

"مگر تمہاری شادی کب ہوئی؟" سب کی بار عروہ کی ساس بولی تھیں۔ آواز میں خوشگوار حیرت تھی۔ مرینہ نے اسے بھنویں اچکا کر اشارہ کیا کہ اب جواب دو۔

"شادی نہیں ہوئی نکاح ہوا تھا بچپن میں۔ میں دس سال کی تھی اور اسال پندرہ"۔ وہ اب بھی تحمل سے ہی بول رہی تھی مگر اسال اسکے چہرے پر وحشت دیکھ سکتا تھا پھر خود کو کمپوز کرتے وہ مرینہ کی طرف مڑی تھی۔

"رئیلی اٹ واز اگڈ سرپرائز۔ ہمیں پکس سینڈ ضرور کرنا"۔ وہ چہرے پر مسکراہٹ سجائے ناگواری سے بولی تھی جبکہ وہ خود کسی طوفان کے زیر اثر تھی۔

عروہ کی ساس نے شکوہ کیا کہ انہوں نے یہ سب کیوں چھپایا مگر بات ممی نے سنبھال لی۔ انکی نند کی بھی بولتی بند ہو گئی تھی۔ انکے جانے کے بعد سب ہال میں جمع تھے۔ سب مرد بھی جان گئے تھے کہ کیا ہوا ہے۔ فیب اور اسال سب کے درمیان ہی بیٹھے تھے۔

"تمہیں یہ سب کہنے کی کیا ضرورت تھی ہم سب تھے نا بات سنبھال لیتے"۔ جویریہ ناگواری سے بولی۔

"اتنی بڑی بات کتنی ڈھٹائی سے کہی ہے اس نے۔ میرا تو دماغ ہی گھوم گیا تھا"۔ صبا نے بھی حصہ ڈالا تھا۔

"اسال تمہیں کیا ضرورت تھی اس کے ساتھ۔۔۔۔ سحر آپی اب کیوں رو رہی ہیں۔ آپ کے اور عمیر بھائی کے لاڈ پیار نے بگاڑا ہے اسے"۔ روشنی جو اسال کو کچھ سنا رہی تھی سحر کے رونے پر چیخ پڑی۔

"ول یو پلیز شٹ اپ"۔ فیحہ کی دھاڑ نے اسے خاموش کرا دیا تھا۔ عمیر نے چونک کر اپنی بیٹی کو دیکھا تھا۔

"میری ماما اور میرے بابا کو کچھ مت کہیئے گا"۔ وہ انگلی اٹھائے اسے وارن کر رہی تھی۔

"میں نے کچھ بھی جھوٹ نہیں کہا ہے۔ جو سچ ہے صرف وہی کہا ہے"۔ وہ ناگواری سے کہتی سحر کے پاس آئی تھی۔

"ماما بابا سب جانتے ہیں۔ ڈیڈی اور انکل کو بھی پتا ہے۔ اسال اور انکل نے میرے لئے وہ کیا ہے جو کوئی سگا بھی نہیں کرتا۔ کیا میں انکی بیٹی کے لئے اتنا بھی نہیں کر سکتی تھی ماما؟ انہوں نے۔۔۔" وہ اسکے ہاتھ تھامے زمین پر بیٹھی بول رہی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہتی عمیر نے اسے ہاتھ پکڑ کر اٹھا دیا۔

"میری بیٹی نے کچھ غلط نہیں کہا۔ اسال اسکا شوہر ہے۔ اتنا پکا رشتہ ہونے کے باوجود میری بیٹی آج تک اس کا دیا ہوا تحفہ بھی میری مرضی قبول کرتی ہے کہ کہیں مجھے برا نہ لگے۔ میری اجازت کے بغیر وہ اسکے ساتھ کہیں نہیں جاتی۔
جہاں تک اس نکاح کے چھپانے کی بات ہے تو وہ اسکی طبیعت کی خرابی کی وجہ سے چھپایا گیا تھا۔ لیکن جب یہ خود سب جانتی ہے تو چھپانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس نے آج یہ سب بتایا بھی اسلئے تھا کہ عروہ کے رشتے پر اسکا اثر نہ ہو۔ میری بیٹی میرا فخر ہے"۔ آخری

بات اس نے روشنی کو دیکھ کر کی تھی پھر اس نے سحر کا ہاتھ پکڑ کر اسے اٹھایا اور اپنی پرنسس کو ساتھ لگائے باہر لے گیا۔

"آپ دونوں نے ہم سے اتنی بڑی بات چھپائی"۔ آنی شدت غم سے بولیں۔

"تو کیا کرتے؟ وہ تو تمہارے بیٹے کو دیکھ کر ہی بدک جایا کرتی تھی۔ تمہارا بیٹا خود کوئی نہ کوئی ایسی حرکت کر جاتا تھا کہ وہ اس سے مزید بدظن ہو جاتی تھی۔ مجھے اور عمیر کو نہیں لگتا تھا کہ یہ رشتہ چل پائے گا مگر دیکھو تمہارا بیٹا تو اب اسکی محبت میں اتنا اندھا ہو گیا ہے کہ مرینہ کی لگائی ہوئی آگ کو بجھانے کے لئے اس کو سامنے آنا پڑا اور اتنا کچھ سننا پڑا"۔ وہ خفگی سے بولے۔

"پر اتنی جلدی نکاح کیوں کیا؟" عروہ نا سمجھی سے بولی۔

"وہ اپنے باپ کے پاس نہیں رہنا چاہتی تھی۔ وہ ایک برا انسان تھا۔ وہاں رہ کر اسکی حالت تو تم سب جانتے ہو کہ کیا ہو گئی تھی اس لئے اسے وہاں سے نکالنے کا یہی ایک طریقہ تھا"۔ باری صاحب رسان سے بولے۔ اسال باپ کو دیکھ کر مبہم سا مسکرا دیا۔

"اچھا کام کیا آپ لوگوں نے مگر کم سے کم مجھے تو اعتماد میں لے سکتے تھے۔ میں خود اسے بہو بنانے کے خواب سجا رہی تھی مجھے کیا پتا تھا کہ بیٹا مجھ سے بھی چار ہاتھ آگے ہے"۔ وہ خفگی سے بولیں تو وہ مسکرا کر انکے گرد بازو پھیلا گیا۔

گھر آکر انہوں نے سامان پیک کیا تھا اور کسی کی بھی سنے بغیر عمیر اسے وہاں سے لے آیا تھا۔ لاہور جاتے ہوئے اس نے اسے چائے کے ساتھ ٹرینکولائزر دی تھی سو وہ سارے راستے سوتی آئی تھی۔ ان دونوں میاں بیوی کے درمیان بھی کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ واپسی پر سحر اسے روم میں لائی تھی۔ وہ ابھی بھی نیندوں میں ہی تھی۔

"ماما آپ ہرٹ ہوئی ہیں نا میری وجہ سے"۔ وہ موٹی موٹی آنکھوں میں نیند کے سرخ ڈورے لئے بولی۔

"میں نے یہ خود سے جان بوجھ کر نہیں کیا ماما۔ انہوں نے زبردستی کیا تھا۔ آپ کہیں گی تو میں اسال سے بات بھی نہیں کروں گی"۔ وہ آنکھوں میں آنسو لئے بے بسی سے بولی۔ سحر نے جھک کر اسکا ماتھا چوما اور اسے سونے کا کہتی باہر نکل گئی۔

وہ ہال میں بیٹھی تھی جب عمیر اسکے پاس آیا۔

"میں جانتا ہوں کہ تم مجھ سے ناراض ہو۔ تم سے اتنی بڑی بات جو چھپائی ہے"۔ وہ تمہید باندھتے ہوئے بولا۔

"تمہیں یاد ہے نا اسکی دسویں سالگرہ پر اسکا باپ اسے لے گیا تھا"۔ وہ تلخی سے بولا۔

"اسے کاروبار میں نقصان ہوا تھا۔ بنک سے لون لیا تھا اس نے۔ لون واپس کرنے کے لئے پیسے نہیں تھے۔ اس لئے اپنے دوست کو اپنی ہی بیٹی بیچ رہا تھا وہ"۔ وہ کرب سے بولا سحر کا تو دل ہی مانو بند ہو گیا ہو۔ وہ اسکی بیٹی کو بیچنے والا تھا۔

"ہمیں سوچ کر تکلیف ہوتی ہے سحر اسے جس پر یہ گزری ہے سوچو اس پر کیا گزرتی ہو گی"۔ وہ اسکے چہرے کے تاثرات دیکھتے ہوئے بولا۔

"انکل کو کہیں سے یہ سب پتا چل گیا تھا۔ وہ, میں اور ڈیڈی ہم اس سے بات کرنے گئے تھے۔ مگر وہ ہمیں فیصلہ نہیں دے رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ اسکا دوست اس سے شادی کرے گا۔ ہونہہ شادی"۔ وہ تنفر سے بولا۔

"ڈیڈی نے اس سے پرامس کیا تھا کہ اسکا لون وہ چکا دیں گے وہ فیبحہ کی اس سے شادی نہ کرے۔ وہ مان گیا تھا مگر فیبحہ کو لوٹانا نہیں چاہتا تھا۔

ہم اسے وہاں نہیں چھوڑ سکتے تھے کہ وہ یہ حرکت پھر کر سکتا تھا۔ لازمی تو نہیں تھا کہ ہمیں ہر بار وقت پر پتا چل جاتا۔ اور پھر تم بھی تو اسکی جدائی میں اتنی بیمار ہو گئی تھیں۔ اسکو واپس لانا ضروری ہو گیا تھا۔ اس لئے انکل نے اسال کے اور اسکے نکاح کی تجویز دی تا کہ وہ یہ حرکت دوبارہ نہ کر سکے۔ بہت مشکلوں سے انکل نے اسے لون کے لئے اور اسے ہمیں دینے کے لئے منایا تھا۔ ہم رسک نہیں لے سکتے تھے۔ تب تک ہم بے بی سے نہیں ملے تھے۔

جب وہ ہم سے ملی تو ہم اسے پہچان ہی نہیں پائے تھے۔ تمہیں تو یاد ہو گا نا کیسی حالت تھی اسکی۔ دو ہفتوں میں ہی میری بچی زندگی سے دور چلی گئی تھی۔ انکل کے ہی مشورے پر اور اسال کی رضامندی سے ہم نے انکا نکاح کروایا تھا تا کہ وہ دوبارہ پرنسس کو ہم سے دور نہ لے جا سکے"۔ وہ ماضی کو یاد کرتا کرب سے بولا۔

"ہم اب تک صرف اس لئے خاموش تھے کہ اسے اس تکلیف کو دوبارہ فیس نہ کرنا پڑے۔ ویسے بھی اسکی اسال سے بنتی کہاں تھی۔ وہ اس سے ہمیشہ دور بھاگتی تھی۔ اب لگتا ہے کہ وہ سب جانتی تھی اس لئے اس سے دور رہتی تھی۔

میں تمہیں بتا سکتا تھا مگر خاموش اس لئے رہا کہ اگر اسال نے اسے اپنانے سے انکار کر دیا یا وہ نہ مانی تو تمہارا کیا ہو گا"۔ وہ اسکے گرد بازو پھیلائے بولا۔

"مگر اس نے مجھے حیران کر دیا۔ وہ واقعی بہت اچھا ہے۔ جب ہمارے اپنوں نے اس سے دوری اختیار کر لی وہ تب بھی ہمارے ساتھ کھڑا رہا"۔ وہ آنکھیں موندے بول رہا تھا۔ سحر خاموش آنسو بہاتی رہی۔

زندگی پھر سے اسی روٹین پر آ گئی تھی۔ عمیر اور سحر نارمل ہو گئے تھے مگر وہ ابھی بھی سوچوں میں گم رہتی تھی۔ سحر اسکے روم میں آئی تو وہ واشروم میں تھی۔ اندر سے پانی گرنے کی اواز سن کر وہ سمجھ گئیں کہ وہ نہا رہی ہے۔ ابھی وہ جانے ہی لگی تھیں کہ اسکا موبائل بج اٹھا۔ سحر نے اگے بڑھ کر کال ریسیو کی جو کہ عروہ کی تھی۔

"صد شکر کہ آپ نے کال ریسیو کر لی۔ میں آپ سے بہت ناراض ہوں جب سے گئی ہیں نہ میسج کار پلائے کرتی ہیں نہ ہی کال ریسیو کرتی ہیں۔ میری تو چھوڑیں اپ تو مام اور بھائی سے بھی بات نہیں کر رہی ہیں"۔ وہ بنا کچھ سنے شروع ہو چکی تھی۔

"عروہ میں سحر بات کر رہی ہوں"۔ سحر کی آواز پر اسکی زبان کو بریک لگی تھی۔

"سوری آپی مجھے لگا۔۔۔"وہ شرمندگی سے بولی۔

"فیب تم سے بات نہیں کرتی؟"وہ لاہور واپسی پر کہے گئے اسکے الفاظ یاد کر کے پوچھنے لگی۔

"نہیں۔ہم میں سے کسی سے بھی نہیں کرتیں"۔وہ شکوہ کرتے ہوئے بولی پھر ایک دو باتیں کر کے اس نے کال کاٹ دی۔سحر واشروم کے دروازے کو دیکھ کر ایک سرد آہ بھر کر رہ گئی۔

رات کھانے کے بعد وہ لوگ چائے پی رہے تھے جب سحر نے بات شروع کی۔

"آج تمہارے سیل پر عروہ کی کال آئی تھی"۔وہ بنا کوئی تاثر دیئے چائے پیتی رہی۔

"وہ کہہ رہی تھی کہ تم ان میں سے کسی سے بات نہیں کر رہی ہو"۔وہ اسے دیکھتے ہوئی بولی جو چائے پینے میں ایسے مصروف تھی جیسے اس سے اہم کوئی کام نہ ہو۔

"بے بی ماما کچھ کہہ رہی ہیں"۔عمیر کے کہنے پر اس نے سر اٹھایا۔

"سوری ٹو سے بابا بٹ پلیز مجھے اس ٹاپک پر بات نہیں کرنی"۔وہ شرمندگی سے بولی تو عمیر خاموشی ہو گیا۔سحر کچھ کہنا چاہتی تھی مگر اس نے اشارے سے منع کر دیا۔وہ چائے چھوڑ کر روم میں چلی گئی۔آج وہ انکے ساتھ نہیں بیٹھی تھی۔

"بے بی"۔عمیر اسکا چائے کا کپ لئے اسکے روم میں آیا جو وہ چھوڑ آئی تھی۔

"بابا آپ کیوں لائے؟میں نے منع بھی کیا تھا باجی کو کہہ مجھے نہیں پینی"۔

"منع اسلئے کیا تھا کیونکہ میری پیاری سے بے بی گرل نہیں چاہتی تھی کہ اسکی ماما اس سے آنی اور انکی فیملی کے بارے میں بات کریں"۔عمیر اسکی ناک دباتا بولا۔

"کیا بات ہے؟"

"کچھ نہیں بابا"۔وہ نظریں چرا گئی۔

"بابا کو بھی نہیں بتاو گی؟"وہ اسکی تھوڑی کو اونچا کر کے بولا۔

"بابا کو سب بتاوں گی مگر جب بابا امریکہ سے واپس آئیں گے تب"۔وہ عمیر کے کندھے پر سر رکھتے ہوئے بولی تو وہ ہنس دیا۔

"ٹھیک ہے مگر تب تک اسال آپکے اور ماما کے پاس رہے گا"۔وہ سنجیدگی سے اسے دیکھتا ہوا بولا۔

"مگر یہاں تو عمیس بھیا نے آنا تھا نا"۔وہ اس سے الگ ہوتے ہوئے بولی۔

"اسے کچھ کام ہے بے بی۔اسال سے کوئی پرابلم ہے؟"وہ سرگوشی میں بولا۔

"ماما کو شاید اب انکا یہاں رہنا اچھا نہ لگے"۔وہ سر جھکائے بولی۔

"تمہاری ماما سے پرمیشن لے کر ہی اسے یہاں آنے کا کہا ہے۔تمہاری ماما اسال کو پسند کرتی ہیں بے بی۔خود بتاو اسے کون ناپسند کرے گا؟وہ ہے ہی اتنا اچھا کہ سب اسے پسند کرتے ہیں۔

تمہاری ماما اسلئے دکھی نہیں ہوئی تھیں کہ تمہارا نکاح اسال سے ہوا تھا بلکہ اسلئے تھیں کہ ہم نے انہیں لاعلم رکھا۔اب تو وہ بہت خوش ہے۔اسلئے اپنے مائنڈ سے یہ بات نکال دو کہ اسے

تمہارے اور اسال کے نکاح سے کوئی پرابلم ہے"۔ عمیر کافی دیر تک انتظار کرتا رہا کہ وہ کچھ کہے مگر وہ بولی تو اتنا کہ

"بابا چائے ٹھنڈی ہو رہی ہے"۔ عمیر بے ساختہ ہنس دیا کہ جانتا تھا اب وہ اپنی مرضی سے ہی سب بتائے گی۔

"ایک بات بتاؤ گی؟" عمیر موقع غنیمت جان کر بولا۔۔اس نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"تم اسال سے اپنے نکاح کی بابت کب سے جانتی ہو؟" وہ سنجیدگی سے اسکا چہرہ دیکھتے ہوئے بولا تو وہ شرم وحیا سے سر جھکا گئی۔

"جب نکاح ہوا تھا تب نکاح نامے پر لکھے ہوئے الفاظ یاد رہ گئے تھے۔تب پتا نہیں تھا بعد میں ماما اور آپکا نکاح نامہ دیکھ کر سمجھ آیا تھا۔ پھر اس دن میں عمیس بھائی اور جبران بھائی کے ساتھ جب آئسکریم کھانے کے لئے جانے کا آپ سے پوچھنے آئی تھی تب آپکی اور اسال کی باتیں بھی سن لی تھیں"۔وہ ہنوز سر جھکائے بولی۔

"تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہے نا؟" عمیر کے سوال پر وہ بات بدل گئی۔

"بابا پلیز جلدی آجایئے گا"۔اسکی بات پر وہ قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

"بے بی کوشش کروں گا مگر کم از کم مہینہ لگ جائے گا۔ عمیس اور ابی بھی چکر لگاتے رہیں گے۔اپنا اور اپنی ماما کا بہت خیال رکھنا"۔وہ اسکا ماتھا چومتے ہوئے بولا۔

"چلو ریسٹ کرو صبح ہی اسال آجائے گا پھر میرا بچہ مجھے ائیر پورٹ پر سی آف کرنے جائے گا"۔وہ اسے پچکارتے ہوئے باہر نکل گیا۔

اگلے دن صبح سات بجے ہی اسال پہنچ گیا تھا۔نو بجے کی فلائیٹ تھی۔وہ دونوں بھی اسال اور عمیر کے ساتھ اسے چھوڑنے گئی تھیں۔واپسی پر وہ جلدی سے پیچھے بیٹھ گئی تھی۔گھر پہنچ کر بھی وہ روم میں بند ہو گئی تھی۔اسال نے نوٹ کیا تھا کہ وہ اسے اگنور کر رہی تھی۔
عمیر کو گئے ہفتہ ہو گیا تھا۔وہ ابھی تک اسال سے بات نہیں کر رہی تھی۔سحر نے بھی نوٹ کیا تھا مگر ابھی تک خاموش تھی۔اسے لگا کہ شاید عمیر کو مس کر رہی ہے اسلئے خاموش ہے۔

اس کے پیپرز شروع ہوئے تو اس نے اسال کے ساتھ جانے کے بجائے ڈرائیور کے ساتھ جانے کو ترجیح دی۔اسال اس سے بات کرنا چاہتا تھا مگر وہ اسے کوئی موقع ہی نہیں دے رہی تھی۔اسکا آخری پیپر تھا۔جب وہ باہر نکلی تو سامنے ڈرائیور کے بجائے اسال کو پا کر حیران رہ

گئی۔اسکے چہرے پر اسال کو خوف نظر آیا تھا۔اس نے ادھر ادھر دیکھا پھر گہرا سانس لیکر گاڑی کی طرف بڑھ گئی۔اسال اسکی ایک ایک حرکت نوٹ کر رہا تھا۔

"پرنسس ناراض ہو کیا؟" گاڑی میں خاموشی کو اسال کی آواز نے توڑا تھا۔وہ جو رخ موڑے بیٹھی تھی۔

"جب تک بتاو گی نہیں کہ بات کیا ہے تو کیسے پتا چلے گا" وہ نرمی سے بولا۔

"اب اگر میری بات کا جواب نہ دیا تو میں اپنی بیوی کو مارنے کا حق رکھتا ہوں"۔وہ تھوڑا سختی سے بولا۔گاڑی میں اسکی سسکی ابھری۔اسال نے حیرت سے اسے دیکھا پھر گاڑی ایک طرف روک دی۔

"پرنسس کیا ہوا ہے؟" وہ اسکا رخ اپنی طرف کرتے ہوئے بولا۔

"مجھ۔۔مجھے۔۔۔چھو۔۔۔چھوڑ۔۔۔دیں اسال"۔وہ اٹکتے ہوئے بولی۔اسال حیرت میں ڈوبا اسی کو دیکھ رہا تھا جو روئے جا رہی تھی۔اسکی بات پر وہ حیران ہی تو رہ گیا تھا۔اس نے ایسی بات کیوں کی؟ وہ لب بھینچے اسے دیکھتا رہا۔پھر کچھ سوچ کر اسے چپ کروانے لگا۔

کافی دیر وہ اسے چپ کرواتا رہا مگر اسکے رونے کی شدت میں کمی نہ آئی تو اس نے گاڑی اپنے آفس کی طرف موڑ لی۔ سحر کو میسج کر دیا کہ پیپر لیٹ شروع ہوا تھا اسلئے انہیں آنے میں دیر ہو جائے گی۔ وہ اسے لئے آفس آ گیا۔

"پرنسس آفس آ گیا ہے"۔ وہ گاڑی پارک کرتا ہوا بولا تو اس نے اپنے آنسو صاف کر دیئے۔ اسال اسے اندر عمیر کے آفس میں لے آیا کیونکہ آجکل وہ ہی آفس سنبھال رہا تھا۔

"جاو منہ دھو کر آو"۔ اسال نے واشروم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ وہ خاموشی سے اندر چلی گئی۔ منہ ہاتھ دھو کر آئی تب تک اسال اسکے لئے پانی اور جوس منگوا چکا تھا۔ اسال کے اتنا کیئر کرنے پر اس کی آنکھیں پھر سے بھر آئیں۔ اسال نے پانی کا گلاس اسے تھما دیا۔ اس نے ایک سپ لیکر گلاس رکھ دیا۔

"اب بتاو کیا ہوا ہے؟" اسال اسکے ساتھ والی چیئر پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"آپ۔۔۔ آپ مجھے چھوڑ دیں"۔ وہ سر جھکائے بولی۔ آنسو ایک بار پھر بہہ نکلے تھے۔ اسال کو اپنا دل بند ہوتا محسوس ہوا تھا۔

"پلیز اسال۔ میں نہیں چاہتی کہ وہ میری وجہ سے۔۔۔" وہ ایک بار پھر رو دی تھی۔ اسال خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ اتنا تو وہ سمجھ گیا تھا کہ اس بات کے پیچھے کوئی اور ہی وجہ ہے۔

"آپ۔ آپ بہت اچھے ہیں۔ آپ۔۔ آپ نے میرا بہت ساتھ دیا ہے۔ مجھے بچانے کے لئے مجھ سے نن۔۔۔ نکاح بھی کیا۔ سب نے مجھے اتنا کچھ کہا آپ نے کبھی ککچھ نہیں۔۔۔ میں نہیں چاہتی کہ۔۔۔ پلیز۔۔۔ مجھ۔۔۔ مجھے چھوڑ۔۔۔" اسکے آگے وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

"ٹھیک ہے۔ چھوڑ دیتا ہوں۔ ابھی وکیل کو کال کرتے ہیں وہ ساری فارمیلٹیز پوری کر دے گا"۔ اسال جو لب بھینچے اسے دیکھ رہا تھا بولا تو وہ ساکت رہ گئی۔ آنسو خود بخود رک گئے تھے۔ وہ بنا پلکیں جھپکائے اسے دیکھ رہی تھی۔

"کیا ہوا؟ خود ہی تو کہہ رہی ہو کہ تمہیں چھوڑ دوں"۔ وہ ضبط کرتا ہوا بولا تو فیحہ نے آنکھیں چرا لیں۔ اسال نے آگے ہو کر اسکا بازو کہنی کے اوپر سے پکڑا اور اسے اپنے طرف کھینچا تو وہ اسکے بالکل قریب آ گئی۔

"میری آنکھوں میں دیکھ کر کہو کہ تم یہ سب اپنی خوشی سے کہہ رہی ہو۔ کہو کہ تم یہ رشتہ اس لئے توڑ رہی ہو کہ تم ایسا چاہتی ہو کوئی دوسرا نہیں"۔ وہ ایک ایک لفظ چبا چبا کر بولا تو اس نے سر جھکا لیا۔

"عروہ کی منگنی سے لیکر آج تک تمہاری بے رخی سہہ رہا ہوں۔ بات کرنا تو دور دیکھتی بھی نہیں ہو تم مجھے۔ جانتا ہوں کہ کوئی وجہ ہے جس کی وجہ سے تم مجھے اگنور کر رہی ہو۔ بتاؤ نا پرنسس کیوں خود کو اور مجھے تکلیف دے رہی ہو؟ بہت تکلیف ہو رہی ہے مجھے تمہیں تکلیف میں دیکھ کر۔ پلیز بتاؤ"۔ وہ اپنا ماتھا اسکے ماتھے سے ٹکراتے ہوئے بولا۔ اس مرتبہ لہجہ نرم تھا۔ جواباً وہ خاموش آنسو بہاتی رہی۔ وہ جانتی تھی کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے۔ کہیں نہ کہیں وہ بھی اسے پسند کرنے لگی تھی مگر حالات اسے مجبور کر رہے تھے۔

"جواب دو پرنسس"۔ وہ دبی آواز میں غصے سے بولا۔

"کیونکہ میں آپ کو کھونا نہیں چاہتی۔ نہیں چاہتی کہ میری وجہ سے آپکو کچھ ہو"۔ وہ ایک ہی سانس میں بولی پھر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ اسال حیرت سے اسے تکنے لگا۔

"کیا ہوا ہے؟" اسال نے اسے چپ کراتے ہوئے پوچھا۔ سکارف آنسوؤں سے بھیگ رہا تھا۔ اسال نے خاموشی سے اسکا چہرہ اپنے ہاتھوں سے صاف کر دیا۔

"گھر چلیں ماما ویٹ کر رہی ہوں گی"۔ وہ جود بھی آنسو صاف کرتے ہوئے بولی۔

"پرنسس ہم نے پہلے بھی زیبی والا معاملہ سورٹ آوٹ کر لیا تھا نا تو یہ بھی کر لیں گے۔ بتاو شاباش"۔ وہ اسکا ہاتھ سہلاتے ہوئے بولا۔ اس نے نم آنکھوں سے اسے دیکھا اور پھر بولنا شروع ہو گئی۔ اسال غصے سے لب بھینچے سب سنتا رہا۔ جب وہ خاموش ہو گئی تو اس نے روتی ہوئی فیب کو اپنے ساتھ لگا لیا۔

"بس بہت رو لیا تم نے۔ اب اور نہیں۔ میں ہوں تمہارے ساتھ۔ سب ٹھیک ہو جائے گا"۔ وہ اسکا سر تھپتھپاتا ہوا بولا۔

"مگر وہ۔۔۔" وہ سر اٹھائے بولی مگر ٹوک دی گئی۔

"تمہیں یقین ہے نا مجھ پر؟" اسال نے اسکی انکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلا دیا۔ اسال نے اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔

"وہ تو مجھے عروہ کی منگنی پر ہی پتا چل گیا تھا"۔وہ مسکراتے ہوئے شرارت سے بولا تو وہ سر جھکائے مسکرا دی۔

"ویسے میں اتنا سوچتا تھا کہ جو لڑکی سلمان اور اپنے دوسرے کزنز سے اتنی دور دور رہتی ہے وہ میرے پاس آنے پر کیوں نہیں دور بھاگتی۔اب پتا چلا کہ موصوفہ کو ہمارے نکاح کا علم تھا تبھی تو۔۔۔"اس سے پہلے کہ وہ مزید بولتا وہ بول اٹھی۔

"پلیز گھر چلیں"۔اسال اسکا سرخ چہرہ دیکھ کر ایک گہرا سانس لیکر رک گیا۔

"چلو منہ دھو کر آو گھر چلیں"۔

وہ اسے تسلی دے کر گھر چھوڑ آیا تھا۔اسکے بعد اسے لگا جیسے سب ٹھیک ہو گیا ہے مگر یہ فقط اسکی خام خیالی ہی تھی۔

"اسال کھانا کھالو"۔وہ تیار ہو کر کمرے سے نکلا تھا سحر کی آواز پر رک گیا۔پھر کچھ سوچتا ہوا ٹیبل تک آیا۔ابھی اس نے پہلا لقمہ ہی لیا تھا کہ اگل دیا۔

"کس نے بنایا ہے یہ؟" وہ غصے سے بولا۔ سامنے بیٹھی فیب جو کھانا ہی نکال رہی تھی بے ساختہ بول اٹھی۔

"باجی نے"۔

"ایسے بنتا ہے کھانا؟ کھانا بنانا نہیں آتا ہے کیا؟" وہ ٹیبل پر پانی لا کر رکھتی باجی سے غصے سے بولا۔

"وہ چھوٹے صاحب۔۔۔"

"بس کریں جائیں یہاں سے"۔ وہ کرخت لہجے میں کہتا اٹھ گیا۔

فیب تو منہ کھولے اسکا ردعمل ہی دیکھتی رہ گئی۔ وہ کب کبھی کسی پر غصہ کرتا تھا خاص کر کام کرنیوالوں پر۔

"اسے کیا ہوا؟" سحر حیرت سے بولی تو وہ کندھے اچکا گئی۔

اسی شام اسال نے رات کو بھی اچھا خاصہ ہنگامہ مچایا تھا۔ وہ جو اپنے کمرے سے نکل رہی تھی وہ اندر تک دہل گئی تھی۔ پھر تو یہ روزانہ کا معمول بن گیا تھا۔ نتیجتا سحر کو ایک اچھے خاصے تماشے کے بعد باجی کو کام سے نکالنا پڑا۔ یہ تماشہ بھی اسال نے ہی لگایا تھا۔

اب گھر کا کام سحر ہی کرتی تھی۔ وہ بھی اسکی اچھی خاصی ہیلپ کروایا کرتی تھی۔ اسال اب ٹھیک رہ رہا تھا مگر وہ اس کے سامنے نہیں آتی تھی۔ اس کے اندر ایک خوف بیٹھ گیا تھا۔ سحر اسے سمجھا سمجھا کر تھک گئی تھی مگر وہ کمرے سے نکلتی ہی نہیں تھی۔ اب بھی وہ اسی سے سر کھپا رہی تھی جو سہمی ہوئی کمبل میں دبکی ہوئی تھی۔ آنکھیں بہے جا رہی تھیں۔

"میری جان اسے باجی رقیہ سے ایشو تھا تم سے نہیں۔ کیوں خود کو ہلکان کر رہی ہو"۔ وہ کب سے سمجھا رہی تھی مگر وہ کچھ بول ہی نہیں رہی تھی۔ سحر اٹھ کر جانے لگی تو اس نے سحر کا ہاتھ تھام لیا۔

"ماما"۔ وہ اسکے ہاتھ کی کپکپاہٹ محسوس کر سکتی تھی۔ اس نے فیب کو سینے سے لگا لیا۔ وہ اس کے گلے لگ کر رو دی تھی۔ اسکا کانپتا وجود وہ اپنے اندر سمیٹتی اسے تسلی دے رہی تھی۔ اسے اسال پر شدید غصہ آیا تھا۔

"بات کرنی ہے مجھے تم سے"۔فیب کو سلا کر وہ سیدھا اس کے پاس آئی تھی۔چاہ کر بھی وہ لہجے میں غصے کو چھپا نہیں پائی تھی۔

"جی آپی آئیں"۔وہ لیپ ٹاپ سائیڈ پر رکھتے ہوئے بولا۔

"یہ سب کیا ہے اسال؟تم ایسے تو نہیں تھے۔جانتے بھی ہو کہ وہ کتنا ڈر گئی ہے؟"وہ ہنوز کھڑے ہوئے بولی۔

"آپی پلیز یہاں بیٹھیں"۔وہ اسے صوفے پر بٹھاتے ہوئے بولا۔

"آپ پلیز میرے کسی بھی عمل کا غلط مطلب مت لیجئے گا۔بزنس کی وجہ سے سٹریسڈ تھا۔بٹ آئی پرامس میں اسے سنبھال لوں گا"۔اسکے لہجے میں بلا کا یقین دیکھ کر وہ خاموش ہو گئی مگر وہ اتنی ڈر چکی تھی کہ صبح فیب کے موبائل پر آنے والی عمیر کی کال پر اس نے اسے سب بتا دیا تھا۔

اگلی صبح وہ سو کر اٹھی تو وہ سامنے ہی بیڈ کے پاس چیئر رکھے بیٹھا تھا۔ وہ ایک دم ڈر کر اٹھی تھی۔ وہ پیار سے مسکراتا اسکے پاس بیٹھ گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ بیڈ سے اٹھتی اس نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اپنے قریب کیا۔

"پرنسس ڈرو مت۔ میں تو تمہارا دوست ہوں نا"۔ وہ اسکی کمر کے گرد ایک بازو ڈالے بولا۔ پل میں اسکی آنکھیں بھیگی تھیں۔

"اچھا ادھر دیکھو"۔ وہ اسکا چہرہ اپنی طرف کرتے ہوئے بولا تو وہ نظریں پھیر گئی۔

"پرنسس یہ سب تمہارے لئے کیا ہے میں نے۔ تم نے ہیلپ مانگی تھی نا بس وہی کر رہا تھا"۔ وہ پیار سے بولا تو اس نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

"سوری یار مجھے یہ سب کرنا پڑا۔ اسکو گھر سے نکالنے کا میرے پاس دوسرا کوئی طریقہ نہیں تھا۔ وہ ہی اس گھر کی اور تمہاری ساری باتیں انہیں بتاتی تھیں"۔ وہ اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے بولا۔

"آپ بہت برے ہیں۔ آپ مجھے ان کی طرح ڈانٹیں گے" وہ آنکھیں میچے کرب سے بول رہی تھی۔

"میں اپنی پرنسس کے ساتھ ایسا کر سکتا ہوں بھلا؟ مجھے میری پرنسس بہت عزیز ہے۔ میں تو ان لوگوں کو رلانے کا سوچ رہا تھا جن کی وجہ سے میری پرنسس اتنا روئی ہے مگر یہاں تو میری وجہ سے ہی میری پرنسس رو پڑی ہے"۔ وہ منہ لٹکائے بولا۔

"چلو پنش کر لو"۔ وہ کان پکڑے بولا۔

"آپ مجھے ڈانٹ۔۔۔" وہ پھر سے رو دی۔

"شش۔ کبھی ایسا مت سوچنا"۔ وہ اسے ساتھ لگائے چپ کروانے لگا۔

"کسی بات کے بغیر ہم اسے نکالتے تو شک ہو جانا تھا۔ اسلئے ایسا کیا۔ اور اس دن مجھے لگا تم سو رہی ہو۔ اسلئے اتنا ڈانٹا۔ اگر مجھے پتا ہوتا کہ میری پرنسس جاگ رہی ہے تو آئی سوئیر ایسا نہیں کرتا"۔ وہ مسلسل اسکا سر تھپتھپاتا ہوا بول رہا تھا۔

"وہ بھی غصہ کرتے تھے آپ کبھی مت کریے گا"۔وہ اسکے کندھے سے لگی بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ آواز میں نیند کا غلبہ واضح تھا وہ کچھ نہیں بولا بس اسکے بال سہلانے لگا۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ پھر سو گئی۔

اسے بستر پر لٹا کر اس نے بلینک اٹ اس پر ڈال دیا۔ باہر نکالنے کے لئے جیسے مڑا سامنے عمیر کھڑا تھا۔ وہ اسے باہر جانے کا اشارہ کر کے خود اپنی بے بی کے پاس آ گیا۔ رونے کی وجہ سے چہرہ سرخ اور پپوٹے سوج رہے تھے۔ اسکے دل پر مکا لگا تھا۔ باری باری اسکی آنکھیں چوم کر وہ باہر آ گیا۔

وہ ہال میں ہی اسکا ویٹ کر رہا تھا۔ سامنے سحر بیٹھی ہوئی کسی غیر مرئی نقطے پر سوچ رہی تھی۔ عمیر آتے ہی سحر کے ساتھ بیٹھ گیا۔

"کیا میں وجہ جان سکتا ہوں تمہارے رویے کی جو تم نے کچھ دنوں سے اپنایا ہوا ہے؟" وہ انتہائی سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔ اسے ایسے دیکھ کر اسال گہرا سانس لیکر رہ گیا۔

"بھائی ایسا کچھ نہیں ہے۔ وہ کام والی ٹھیک عورت نہیں تھی"۔
اس کے جواب پر نہ چاہتے ہوئے بھی عمیر کی آواز تیز ہو گئی تھی۔

"تو اسکا حساب کر کے اسے نکال دیتے کام سے, بات بات پر غصہ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"بھائی پلیز۔ میں اسے ایسے نہیں نکال سکتا تھا۔ آپ بھروسہ کریں مجھ پر"۔ وہ اسکے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھا کہہ رہا تھا۔

"بھروسہ کر کے ہی تمہیں یہاں چھوڑ گیا تھا۔ میری بیٹی کا حال دیکھا ہے تم نے"۔ وہ نم دکھ بھری آواز میں بولا تھا۔

"بھائی آپکی طرح میں بھی اس سے پیار کرتا ہوں۔ میں بھی اسے تکلیف نہیں دینا چاہتا۔ ٹرسٹ می مجھے لگا تھا وہ ابھی تک سو رہی ہے۔ مجھے نہیں پتا تھا کہ وہ سب سن رہی ہے"۔ وہ شرمندگی سے سر جھکائے بولا۔

"سحر اس سے کہو میری بیٹی کے اٹھنے سے پہلے یہاں سے چلا جائے اور اگر میری بیٹی کا خیال نہیں رکھ سکتا تو مجھ پر میری بیٹی بھاری نہیں پڑ رہی ہے۔ جو دل کرے وہ کر لے"۔ احساس

سے عاری لہجے میں کہتا وہ خود بھی اٹھ گیا تھا۔ اسال تڑپ کر اٹھا تھا۔ سحر کے آنسو بہہ نکلے تھے۔

"آپ جانتے ہیں میں اس سے محبت کرتا ہوں اسکے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مجھ سے غلطی ہوئی ہے مگر نادانستہ طور پر۔ میں اسے منانے ہی اسکے پاس گیا تھا۔ پلیز بھائی ایسی باتیں مت کریں"۔ وہ اسکا بازو پکڑے بولا تھا۔ عمیر نے ایک نظر اسے دیکھ کر گلے سے لگا لیا تھا۔

"میں نے تمہیں کہا تھا نا سحر اسال اس سے محبت کرتا ہے"۔ وہ اسے ساتھ لگائے سحر سے بولا تھا۔ جو نم آنکھوں سے مسکرا دی تھی۔ وہ عمیر سے الگ ہوتا شاکی نظروں سے سحر کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"آپی آپ کو ٹرسٹ نہیں ہے مجھ پر جو بھائی کو اتنی دور سے بلا لیا"۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ عمیر جو کچھ پوچھ رہا تھا وہ در حقیقت سحر کے خدشات تھے۔

"میں اپنی بیٹی کے لئے کسی پر ٹرسٹ نہیں کر سکتی"۔ وہ کرب سے بولی تو اسال اسکے پاس بیٹھتا ہوا اسکے ہاتھ پکڑتے ہوئے بولا۔

"میں کسی نہیں آپکا بھائی اور آپکا بیٹا ہوں۔ اول تو اس کو میں کبھی دکھ نہیں دوں گا لیکن اگر آپ کو کبھی بھی مجھ سے کوئی شکایت ہو تو مجھ سے کہئے گا۔ بے شک پٹائی بھی کر لیجئے گا۔ میں برا نہیں مانوں گا"۔ وہ اسکے ہاتھ چومتا اسکے دل میں اپنی عزت بڑھا گیا تھا۔

صبح وہ اٹھی تو سحر اسکے ساتھ ہی لیٹی سو رہی تھی۔ وہ کسی بچے کی طرح اسکے قریب ہو کر اسکے گالوں کو چوم کر واشروم میں گھس گئی۔ فریش ہو کر آئی تب تک سحر بھی اٹھ گئی تھی۔

"اٹھ گیا میرا بچہ"۔ وہ مسکرا کر اسے دیکھتے ہوئے بولی تو وہ اسکے پاس آتی اسکی گود میں سر رکھ گئی۔

"بابا کو مس کر رہا ہے میرا بچہ؟" وہ پیار سے اسے پچکارتے ہوئے بولی۔ اس نے ہاں میں سر ہلا دیا۔

"تو جاو بابا تمہارے روم میں ہی ہیں مل لو"۔ وہ اسکے گال پر چٹکی بھرتے ہوئے بولی تو وہ بھاگ کر اپنے روم کی طرف گئی۔

سامنے ہی صوفے پر وہ بیٹھا کسی سے بات کر رہا تھا۔ اسے دیکھ کر خوشی سے وہ کھڑا ہو گیا۔ وہ تیزی سے فاصلہ عبور کرتی اس کے سینے سے جا لگی۔ عمیر نے اسکا سر چوم لیا۔

"کیسا ہے میرا بے بی؟" وہ فون بند کر کے اس سے پوچھ رہا تھا۔ وہ کچھ نہیں بولی بس خاموشی سے اسکے سینے سے لگی رہی۔

"واٹ ہیپنڈ بے بی؟" وہ پریشانی سے بولا۔

"آپ پلیز اب کہیں مت جایئے گا بابا"۔ وہ نم لہجے میں بولی تو وہ مسکرا دیا۔ اندر آتی سحر بھی مسکرا دی۔

"ہر دفعہ خود ہی اجازت دیتی ہو پھر خود ہی واپسی پر کہہ دیتی ہو کہ مت جایئے گا"۔ عمیر ہنس کر بولا۔

"یونہی کھڑی باتیں کرتی رہی ہو گی یا بابا کو ناشتہ بھی کراو گی"۔ وہ اسکے سر پر ہاتھ پھیرتی بولی تو وہ مسکرا کر باہر چلی گئی۔

"اس نے آپ کو بہت مس کیا"۔ سحر نے بیڈ شیٹ درست کرتے ہوئے کہا تو عمیر نے اسے پیچھے سے بانہوں میں لے لیا۔

"تم نے نہیں کیا؟" اسکے کندھے پر تھوڑی رکھے وہ بولا تو وہ مسکرا دی۔ اس نے سحر کا رخ اپنی طرف کیا۔

"جیسے ہماری بیٹی کے لئے مجھ پر ٹرسٹ کرتی ہو ویسے ہی اسال پر بھی کرو۔ وہ اسے خوش رکھے گا"۔ اسکی بات پر وہ عمیر کے سینے سے لگ گئی۔

"پتا نہیں عمیر پر کچھ دنوں سے میرا دل بہت بے چین ہے۔ بالکل ایسے جیسے تب ہوا تھا جب وہ ہمیں چھوڑ کر گئی تھی۔ اس نے بہت سفر کیا ہے عمیر۔ اب بھی کبھی گھر سے کسی کی کال آئے تو اسکے چہرے کا رنگ بدل جاتا ہے۔ وہ اسے یقیننا کچھ کہتے ہیں مگر وہ چھپا جاتی ہے۔ وہ جب ہمیں چھوڑ کر گئی تھی واپسی پر بھی اس نے ہمیں کچھ نہیں بتایا تھا۔ بس ڈری سہمی رہتی تھی۔ تب وہ اپنا ڈر نہیں چھپا سکتی تھی پر اب چھپا جاتی ہے مگر میں ماں ہوں اسکی مجھے پتا ہے میری بیٹی ٹھیک نہیں ہے۔ وہ بہت ڈری ہوئی ہے۔ راتوں کو چونک کر اٹھ جاتی ہے۔ نیند میں وہ آپکو پکارتی ہے۔

اسال کے ان دنوں رویے سے اس نے خود کو کمرے میں بند کر لیا تھا۔ میں بہت ڈر گئی تھی۔ اسی لئے آپکو بلا لیا"۔ وہ آنسو بہاتے اسے سب بتا رہی تھی۔ وہ خاموشی سے سب سن رہا تھا۔

"کچھ نہیں ہو گا اسے۔ اللہ پر بھروسہ رکھو"۔ عمیر اسکا سر تھپتھپاتے ہوئے بولا مگر پریشان وہ خود بھی ہو گیا تھا۔

اسال نے آج واپس جانا تھا۔ فیب کی وجہ سے عمیر کو آنا پڑا تھا اسکی جگہ جبران امریکہ چلا گیا تھا۔ عمیر اور سحر ساتھ والوں کے گھر تیمارداری کے لئے گئے ہوئے تھے۔ وہ کمرے میں بیٹھی کتاب پڑھ رہی تھی جب وہ اسکے پاس آیا۔

"کیسی ہو پرنسس؟" وہ سامنے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"ٹھیک"۔ وہ آہستہ سے بولی۔

"ابھی تک ناراض ہو؟" وہ اسکا چہرہ بغور دیکھتے ہوئے بولا۔

"نہیں"۔

"اچھا سنو۔ ایک ضروری بات کرنی تھی"۔ وہ اسکے پاس ہی صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"میں نے عمیر بھائی کو ابھی کچھ نہیں بتایا کیونکہ مجھے وقت ہی نہیں ملا۔ تم انہیں کچھ مت بتانا۔ میں سب سنبھال لوں گا۔ گھر میں کوئی نہیں آسکتا۔ میرے ایک دوست نے قابل بھروسہ کام والی بھیج دی تھی آج۔ سحر آپی سے مل لی ہے وہ کل سے آجائے گی۔ اگر کچھ بھی ہو تو تم مجھے بتاو گی۔ اوکے؟" وہ اسکی سہمی ہوئی آنکھوں میں دیکھ کر بولا۔

ڈرو مت۔ میں نے پتا لگوایا ہے وہ اس وقت یہاں نہیں ہیں۔ ملک سے باہر گئے ہیں۔ اسلئے ڈرنا مت۔ سب ٹھیک ہو جائے گا پرنسس۔ صرف ایک ہفتے کی بات ہے۔ اسکے بعد تو تم گھر آجاو گی عروہ کی شادی میں"۔ وہ اسے پچکارتے ہوئے بولا۔ وہ ضبط کرتی بیٹھی رہی۔ اسال اسے خاموشی سے دیکھتا رہا۔

"میں بابا کو سب بتادوں گی"۔ وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

وہ جانتا تھا کہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ عمیر سے کچھ چھپائے۔ ابھی تک اگر وہ خاموش تھی تو وجہ عمیر کا امریکہ کا ٹرپ تھا۔

"جیسے تمہاری مرضی"۔وہ اسکے گال پر ہاتھ رکھتے بولا۔دو آنسو اسکے ہاتھ پر گرے تھے۔

"پرنسس۔۔۔"وہ کچھ بولنے ہی والا تھا کہ وہ ٹوک گئی۔

"پلیز مجھے اکیلا چھوڑ دیں"۔وہ رخ موڑے بولی تو وہ حیران رہ گیا پھر کچھ سوچ کر باہر چلا گیا۔
وہ روتے روتے وہیں پر سو گئی۔

اسال کے جانے کا وقت ہوا تو عمیر اسے بلانے کمرے میں آیا۔اسے ایسے صوفے پر سوتا دیکھ کر اس نے اسے گود میں اٹھا کر بیڈ پر لٹا دیا۔اسال کو اس سے بغیر ملے ہی جانا پڑا مگر فیب کی وجہ سے جانے سے پہلے وہ خود ہی عمیر کو سب بتا گیا۔

یہ ہفتہ بہت سست روی سے گزر رہا تھا۔وہ اب بھی کسی کی کال ریسیو نہیں کر رہی تھی۔سب کے ساتھ بیٹھے بیٹھے کہیں گم ہو جاتی تھی۔بات بات پر چونکتی تھی۔عمیر کو وہ آفس آرز میں دس دس بار کال کرتی تھی مگر ہر بار وہ سحر کے موبائل سے کال کرتی تھی۔وہ بار بار سحر کے گلے لگ جاتی تو وہ بھی پریشان ہو جاتی تھی۔ابھی بھی سحر کے ساتھ بیٹھی وہ مووی دیکھ رہی تھی۔نظر ٹی وی سکرین پر تھی مگر وہ خود کہیں اور تھی۔ایک دم ٹی وی پر چلنے والی گولیوں کی آواز پر چونک کر وہ اس سے چپٹ گئی تھی۔

"کیا ہوا ہے میرے بچے کو؟ کیوں اتنا پریشان ہے؟ میری جان اپنی ماما کو نہیں بتاو گی؟" سحر اسکے بال چہرے سے پیچھے کرتی بولی۔ وہ بنا جواب دیئے سر اسکی گود میں رکھ گئی۔

"ماما"۔ کافی دیر بعد وہ بولی۔

"کیا ہوا بے بی؟ ماما یہیں ہیں تمہارے پاس"۔

"ماما بابا ان سے ملے تھے؟" وہ ڈرتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

"نہیں بے بی۔۔۔" اس سے پہلے کہ وہ مزید بولتی اس نے سحر کا ہاتھ تھام لیا۔
"پلیز ماما سچ سچ بتائیں"۔

"ہاں۔ اب وہ تمہیں کچھ نہیں کہیں گے"۔ وہ اسکا چہرہ تھامتے ہوئے بولی۔

"انہیں کس نے بتایا؟" وہ حیران سی بولی۔

"اسال نے"۔اس کے جواب پر وہ خاموش ہو گئی۔

"وہ سچ میں اب کچھ نہیں کریں گے؟"

"بے بی تم کیوں ڈرتی ہو؟ہم سب ہیں تمہارے ساتھ۔وہ اب کچھ نہیں کریں گے۔کچھ نہیں کہیں گے"۔

"آپ سب تب بھی میرے ساتھ تھے جب وہ مجھے پہلے لے گئے تھے۔تب بھی کوئی کچھ نہیں کر پایا تھا"۔وہ تلخی سے سوچ کر رہ گئی۔

وہ جب دو سال کی تھی تب سے اس نے اپنے ماں باپ کو لڑتے دیکھا تھا۔اسکا باپ بات بے بات اسکی ماں کو مارا کرتا تھا اور وہ سہم کر چھپ جایا کرتی تھی۔ہر چھوٹی سے چھوٹی بات پر گھر میں ہنگامہ کھڑا کرنا اسکے باپ کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔یہ سب تب سے شروع ہوا تھا جب سے وہ جوا کھیلنے لگا تھا۔جب جب وہ ہارتا شامت اسکی ماں کی آجاتی تھی۔

چار سال کی عمر میں اس نے اپنی ماں کو کھو دیا۔یہ کوئی طبعی موت نہیں تھی۔اس کے باپ کے مارنے کی وجہ سے وہ سیڑھیوں سے گری تھی۔سر پر گرل لگنے کی وجہ سے خون بہت بہہ گیا تھا۔وہ روتی پیٹتی ماں کے پاس بیٹھی اپنے باپ کو پکارتی رہی مگر وہ تو مار پیٹ کا شوق پورا کر کے

گھر سے ہی نکل گیا تھا۔اس کی ماں اسکے سامنے ہی تڑپ تڑپ کر مر گئی تھی۔اکیلے گھر میں وہ ساری رات ماں کی لعش کے پاس بیٹھی روتی رہی۔

صبح نانا کے فون پر اس نے انہیں روتے ہوئے بتایا کہ مما بول نہیں رہیں۔وہ اور ابی گھر پہنچے تو سامنے بیٹھی وہ اپنی ماں کو اٹھانے کی کوشش کر رہی تھی۔

جنازہ چلا گیا تھا۔وہ ڈری سہمی ایک کونے میں بیٹھی ہوئی تھی۔اس کے سامنے ہی اسکی ماں کو کفن میں لپیٹا گیا تھا۔وہ بار بار اسکے پاس جانے کی کوشش کرتی مگر کوئی نہ کوئی روک دیتا تھا۔وہ روتی بلکتی رہی مگر وہ اسکی ماں کو لے گئے تھے۔تب پہلی بار عمیر نے اس ننھے وجود کو دیکھا تھا۔اسکی ماں کو اسکے گھر والوں سے ملے دو سال ہو گئے تھے۔اسکے باپ کا حکم تھا کہ یا تو وہ اپنے گھر والوں سے تعلق رکھے یا اس سے۔

اسکا باپ ابی اور نانا کے آنے کے پانچ منٹ بعد ہی پہنچ گیا تھا مگر ابھی تک وہ اس سے نہیں ملا تھا۔ددھیال میں ایک چاچو تھے جو آوٹ اف کنٹری تھے۔بھائیوں کے درمیان رنجش تھی سو وہ نہیں آئے تھے۔

سحر اسکے پاس آئی تو وہ ڈر کر منہ گھٹنوں میں دے گئی۔ وہ اسے کھانا کھلانے کی کوشش کرتی رہی مگر اس نے نہ کھانا تھا نہ ہی کھایا۔ عمیر کسی کام سے اندر آیا تھا جب اسے ایسے ڈرے سہمے دیکھ کر اسکے پاس آیا۔

"یہ کچھ کھا نہیں رہی"۔ سحر نے نم آنکھوں سے کہا۔

"لاو مجھے دو"۔ عمیر اسکے ہاتھ کھانے کی پلیٹ لیکر بولا۔

"یہ پیارا سا بے بی میرے ہاتھ سے کھانا کھائے گا"۔ وہ اسے گود میں بٹھا کر بولا تو وہ اسکے کندھے سے لگ کر رو دی۔

"مما کو بلا دیں"۔ وہ روتے روتے ایک ہی بات کر رہی تھی۔ سب ہی آبدیدہ ہو گئے تھے۔ وہ اسے گود میں اٹھائے ہی باہر لے آیا۔

"ڈیڈی میں اسے باہر لیکر جا رہا ہوں۔ ابھی آجائیں گے ہم"۔ وہ روتی ہوئی فیحہ کو گود میں اٹھائے باہر لے گیا۔ وہ اسے بہلا کر باہر سے کھانا کھلا لایا تھا۔ وہ اسی کی گود میں سو گئی تھی۔ اس نے واپسی پر اسے سحر کو دے دیا۔

جب وہ واپس گئے تب وہ سو رہی تھی۔ ابی اور عالمگیر صاحب وہیں رک گئے تھے۔ اگلے دو دنوں میں اعجاز صاحب کے بیٹی کے ساتھ رویے اور اسکے بیمار پڑ جانے کی وجہ سے عالمگیر صاحب نے فیبحہ کو ساتھ لے جانے کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔ وہ خوشی خوشی مان گئے تھے کہ انہیں کبھی اس سے کوئی سروکار ہی نہیں رہا تھا۔

جب وہ نانا کے ساتھ گھر آئی تو سب کو دیکھ کر ڈر گئی تھی۔ ابی نے اسے گود میں اٹھایا ہوا تھا سو وہ انکے کندھے میں منہ چھپا گئی۔ سب کو اسکا آنا بہت اچھا لگا تھا۔ وہ اس گھر میں ایک ہی بچی تھی۔ سب اسکے ساتھ کھیلنا چاہتے تھے۔ اسے پیار کرنا چاہتے تھے مگر وہ بس ابی اور عالمگیر صاحب کے ساتھ ہی رہتی تھی۔ وہ بہت جلدی ڈر جایا کرتی تھی۔ ہر کسی سے سہمی سہمی رہتی تھی۔ ایک رات اس نے نانا کو سب بتا دیا تھا کہ اسکی ماں کیسے مری تھی۔ ابی اور عالمگیر صاحب تو دنگ ہی رہ گئے تھے۔ ابی نے اسے سینے سے لگا کر میری شیرنی کہا تھا۔

عمیر وہ پہلا شخص تھا جس کی طرف اس نے خود پیش قدمی کی تھی۔ شاید وہ اسے یاد رہا تھا۔ وہ اسکی سب سے فیورٹ پھپھو کی بیٹی تھی سو وہ اس سے بہت پیار کرنے لگا تھا۔ سحر بھی اسکا خیال رکھتی تھی مگر وہ اسکے پاس بہت کم جایا کرتی تھی۔

عمیر نے ہی آہستہ آہستہ اسے سب سے مانوس کروایا تھا۔ پھر وہ سب کی چہیتی بن گئی۔ اتنے سارے پیار کرنیوالوں کو دیکھ کر اسے اپنے غم بھولنے لگے تھے۔ وہ ساڑھے چار سال کی ہوئی

تو عمیر نے اسکا ایڈمیشن کروادیا۔ سکول میں بچے اپنے ماں باپ کی باتیں کرتے تو وہ رو دیتی تھی۔ روزانہ کی طرح آج بھی اسے پک کرنے عمیر آیا تھا۔ وہ گیٹ کے پاس کھڑی رو رہی تھی۔

"کیا ہوا بے بی؟" وہ تیزی سے اسکے پاس آیا تھا۔

"میری مما کہاں ہیں؟ سب کی مما ہیں میری نہیں ہیں۔ میرے ڈیڈی بھی مجھے سکول سے لینے نہیں آتے"۔ وہ اسکے کندھے سے لگی رو رہی تھی۔ عمیر نے اسکی کمر سہلائی اور اسے یونہی گود میں لئے گاڑی کی طرف آگیا۔ اسے کافی وقت لگا تھا اس سنبھالنے میں۔ وہ روتے روتے اسکی گود میں سو گئی۔

اسے ایسے ہی گود میں بٹھائے وہ گاڑی سٹارٹ کر چکا تھا۔ تبھی اسکا سیل بجا۔ ڈیڈی نے اسے فوراً آفس آنے کا کہا تھا۔ اسکی ایک اہم میٹنگ تھی اور وہ لیٹ ہو گیا تھا۔ کچھ سوچ کر وہ یونہی اسے آفس لے آیا۔ اپنے آفس میں اسے آہستہ سے صوفے پر لٹا کر وہ میٹنگ روم میں چلا گیا۔ جانے سے پہلے وہ سیکرٹری کو اسکے پاس چھوڑ گیا تھا۔

اسکی آنکھ کھلی تو سامنے ایک پیاری سی لڑکی بیٹھی تھی۔ اسے اٹھتا دیکھ کر وہ اسکی طرف جھکی اور اسے آرام سے بٹھا دیا۔ پھر اس کے لئے جوس اور سینڈوچز منگوائے۔ وہ خاموشی سے سکڑی سمٹی اسے دیکھتی رہی۔

"لیں میم یہ کھالیں"۔وہ پیار سے بولی۔

"مما"۔وہ آنکھوں میں آنسو لیے بولی تو وہ جلدی سے اسکے پاس آئی۔

"سر۔۔ آئی مین آپکے بابا میٹنگ میں ہیں ابھی آجائیں گے۔ آپ یہ کھالیں"۔وہ پیار سے بولی مگر اسکے بابا کہنے پر اسے لگا اعجاز کی بات کر رہی ہے۔وہ سر گھٹنوں پر رکھ گئی۔

"جوس تو پی لیں"۔وہ پھر سے بولی مگر وہ چپ چاپ بیٹھی رہی۔ تبھی عمیر اور ڈیڈی روم میں آئے۔اس نے سرعت سے سر اٹھایا۔وہ خالی خالی نظروں سے عمیر کو دیکھ رہی تھی۔وہ مسکراتا ہوا اسکی طرف آیا۔

"لو آگئے آپکے بابا"۔ سیکرٹری کے کہنے پر جہاں چونک کر عمیر نے اسے دیکھ تھا وہیں ڈیڈی بھی حیران ہوئے تھے۔

"سر آپکی بیٹی بہت کیوٹ ہے"۔وہ فیحہ کو پیار سے دیکھتے ہوئے بولی اور باہر چلی گئی۔

"آپ نے کچھ کھایا کیوں نہیں؟" عمیر اسے گود میں بٹھاتے ہوئے بولا۔ پھر اسے اپنے ہاتھ سے سینڈوچ کھلانے لگا۔ اس نے آدھا سینڈوچ ہی کھایا تھا۔ جوس کے دو سپ لیکر اس نے بس کر دی۔ ڈیڈی ابھی بھی ان دونوں کو ہی دیکھ رہے تھے۔

"ابی کے پاس جانا ہے"۔ وہ اسے دیکھتے ہوئے بولی تو وہ مسکرا دیا۔

"چلو گھر چلتے ہیں۔ آج لنچ گھر کریں گے"۔ ڈیڈی کھڑے ہوتے ہوئے بولے۔ وہ بھی اسے گود میں اٹھائے کھڑا ہو گیا۔ آفس سے باہر آنے تک سب اسے عمیر کی بیٹی سمجھ کر اس کی تعریف کرتے رہے تھے۔ عمیر نے ٹوکنا چاہا تھا مگر ڈیڈی نے منع کر دیا۔

"آپ میرے بابا ہیں؟" گاڑی میں بیٹھتے ہی اس نے سوال کیا تھا۔ عمیر نے ڈیڈی کو دیکھا۔

"جی یہ آپکے بابا ہیں"۔ ڈیڈی نے اسے گود میں لے لیا تھا تاکہ وہ آرام سے گاڑی چلا سکے۔

"میرے تو ڈیڈی ہیں"۔ وہ معصومیت سے بولی پھر اچانک کچھ سوچ کر بولی۔

"وہ تو میرے ڈیڈی ہی نہیں ہیں"۔ اسکی بات پر گاڑی نے ایک دم جھٹکا کھایا تھا۔ عمیر نے گاڑی کنٹرول کی۔

"ایسا کیوں کہہ رہی ہو؟"ڈیڈی کے پوچھنے پر وہ بولی۔

"وہ خود کہتے ہیں کہ میں تمہارا ڈیڈی نہیں ہوں"۔وہ نم لہجے میں بولی تو وہ دونوں لب بھینچ کر رہ گئے۔

"یہ ہیں نا ڈیڈی"۔عمیر اپنے باپ کی طرف اشارہ کر کے بولا تو وہ حیرت سے بولی۔

"یہ کیسے ہیں یہ تو مجھے سکول لینے بھی نہیں آتے"۔

"کیونکہ سکول لینے بابا جو آتے ہیں"۔انہوں نے اسکی ناک دباتے ہوئے کہا تو وہ عمیر کو دیکھنے لگی۔

"آپ سچ میں میرے بابا ہیں؟"اسکے سوال پر عمیر کی آنکھیں بھر آئیں۔اس نے ہولے سے مسکرا کر ہاں میں سر ہلا دیا۔وہ گھر آئی تو سحر نے اسکا منہ دھلا کر اسے چینج کرا دیا۔وہ اسے ڈائننگ ٹیبل پر لائی تو وہ عالمگیر صاحب کی گود میں چڑھ گئی۔

"نانا ابو آپکو پتا ہے یہ میرے ڈیڈی ہیں اور یہ میرے بابا"۔ وہ انکے ہاتھ سے لقمہ لیتے ہوئے ان دونوں کی طرف اشارہ کر کے بولی۔ سب نے چونک کر انہیں دیکھا تھا۔ عالمگیر صاحب بیٹے اور پوتے کو دیکھ کر مسکرا دیئے۔

"ہاں میری جان لیکن ایک بات آپکو ابھی بھی نہیں پتا"۔ عالمگیر صاحب نے اسکے منہ میں ایک اور لقمہ دیتے ہوئے کہا تو وہ انکا منہ دیکھنے لگی۔ انہوں نے ٹیبل پر سالن کا ڈونگہ رکھتی سحر کا ہاتھ پکڑ کر اسکے سامنے کیا۔

"یہ آپکی ماما ہیں"۔ انکی بات پر سحر اور عمیر نے ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔ دونوں کی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔ عالمگیر صاحب نے سحر کو اپنے پاس کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے لگتا ہے سحر کہ اللہ نے میرے بچوں کو اولاد کی خوشیاں ابھی تک اس لئے نہیں دکھائیں کیونکہ اس نے انہیں اس ذمہ داری سے نوازنا تھا۔ اس نے تم دونوں کو اسکے والدین بنانا تھا۔ میں تم دونوں پر جبر نہیں کروں گا اگر دل مانے تو یہ رشتہ نبھانا ورنہ بس اپنے دادا کے لئے اتنا کرنا کہ اسے ماما کہنے کا حق دے دینا"۔ وہ نم لہجے میں بولتے سب کو آبدیدہ کر گئے۔ سحر کی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر بکھرے تھے۔

"نانا ابو ماما تو ممی کی طرح روتی ہیں"۔ وہ انکے کان میں سرگوشی کر کے بولی۔ اس دن سے اسے ماما اور بابا مل گئے تھے۔ عمیس اور جبران کو وہ بھیا کہنے لگی تھی جبکہ سلطانہ کو عمیر کی طرح ممی اور آپا جان کو آپا جان۔ وہ بہت خوش رہنے لگی تھی۔ سحر ماں ہونے کی ہر ذمے داری نبھا رہی تھی۔

وہ چھ سال کی ہوئی تو عالمگیر صاحب اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ وہ ان سے بہت زیادہ اٹیچڈ تھی۔ وہ ایک بار پھر سے بکھری تھی۔ اس بار بھی عمیر نے ہی اسے سمیٹا تھا۔ ابھی اس صدمے کو دو مہینے ہی ہوئے تھے کہ کام کے سلسلے میں ابی کو لاہور شفٹ ہونا پڑ گیا۔ عالمگیر صاحب کے بعد وہ ان سے زیادہ اٹیچڈ تھی۔ اس دفعہ تو وہ عمیر سے بھی نہیں سنبھل رہی تھی۔ ابی کو یاد کر کر کے اس نے بخار چڑھا لیا تھا۔ سحر اور عمیر بہت پریشان تھے۔ ابی اسے فون کرتے تھے تو وہ بات نہیں کرتی تھی بس روئے جاتی تھی۔ تب ڈیڈی نے ان کی کمی پوری کرنے کی کوشش کی تھی اور وہ کامیاب بھی رہے تھے۔ وہ اب گھر میں عمیر اور ڈیڈی سے بہت زیادہ اٹیچڈ ہو گئی تھی۔

وقت کا کام تھا گزرنا سو گزرتا گیا یہاں تک کہ وہ دس سال کی ہو گئی۔ تبھی ایک دن وہ سکول سے واپس نہیں آئی۔ عمیر کسی کام سے شہر سے باہر گیا تھا تو اسے لینے عمیس گیا تھا۔

چوکیدار نے بتایا کہ اسکے فادر اسے لے گئے ہیں۔اس نے جلدی سے اعجاز صاحب کی تصویر نکالی تو اس نے تصدیق کی کہ وہی اسے لیکر گئے ہیں۔وہ گھر لوٹا تب تک عمیر بھی آچکا تھا۔یہ خبر اس گھر پر بم کی طرح گری تھی۔

سحر کا تو رو رو کر برا حال تھا۔سب سے زیادہ ابی پریشان تھے۔وہ سب اعجاز سے رابطہ کرنے کی کوشش کر رہے تھے مگر وہ کوئی جواب نہیں دے رہے تھے۔ تبھی ابی اور ڈیڈی نے فیصلہ کیا کہ وہ آج ہی انکے پاس جائیں گے مگر اچانک سحر کی طبیعت کی خرابی کی وجہ سے ڈیڈی اور عمیر کو جانا پڑا۔

وہ ائیر پورٹ پر تھے جب انہیں اسال ملا۔وہ کسی دوست کو سی آف کرنے آیا تھا۔وہ اور باری صاحب وہاں کسی شادی میں آئے تھے۔اسال انہیں زبردستی اپنے ہوٹل میں لے آیا۔رات کی وجہ سے ڈیڈی نے اگلے دن جانے کی بات کی تھی۔اسال سو رہا تھا جبکہ وہ باپ بیٹا ٹیرس پر کھڑے اپنی پرنسس کو یاد کر رہے تھے۔ تبھی باری صاحب اندر آئے۔

"کیا اب میں جان سکتا ہوں کہ کیا مسئلہ ہوا ہے؟"وہ جواب تک ان سے کام کا بہانہ بنا رہے تھے ان کے ایک دم سے کہنے پر ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے۔ڈیڈی نے ایک گہرا سانس لیا اور سب بتا دیا۔

"پہلے جب وہ اپنی بیٹی کو رکھنا ہی نہیں چاہتا تھا تو اب اچانک کیا ہوا ہے؟" وہ حیرانی سے بولے تو ڈیڈی کندھے اچکا گئے۔

"وہ ان کے پاس خوش نہیں ہے ڈیڈی۔ میرا دل کہتا ہے میری بیٹی ٹھیک نہیں ہے"۔ عمیر باپ کی گود میں سر رکھے بولا۔ اسکا لہجہ بھیگا ہوا تھا۔

"ہم اپنی گڑیا کو واپس لیکر ہی جائیں گے"۔ باری صاحب نے اسکے کندھے کو تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

اگلے دن وہ تینوں اعجاز صاحب کے گھر گئے تھے مگر انہوں نے ملنے سے ہی انکار کر دیا۔ ان لوگوں کو غصہ تو بہت آیا مگر خاموش رہنے میں ہی مصلحت تھی۔ ڈیڈی نے فون پر ان سے ملنے کی درخواست کی تو تین چار دن وہ انہیں وقت دے کر بلواتے اور پھر فون کر کے اپنے مصروف ہونے کا بہانہ بنا جاتے۔ تب باری صاحب نے اپنے ایک ایس پی دوست سے بات کی۔ اسی کے توسط سے انہیں پتا چلا کہ اعجاز کی کمپنی کو لوس ہوا ہے۔ بنک سے لیا گیا لون لوٹانے کے لئے وہ اپنی بیٹی کو کسی دوست کو بیچ رہا ہے۔ یہ خبر اسکے آفس کے بندے سے انہیں ملی تھی۔ عمیر تو تڑپ کر رہ گیا تھا۔

اسی ایس پی کو لئے چھٹے دن وہ اعجاز کے گھر تھے۔وہ کہیں جانے کے لئے نکل رہے تھے جب انہیں دیکھ کر مجبورارکنا پڑا۔

"فیحہ کو واپس کیوں لائے ہو؟"ڈیڈی کے سوال پر وہ ابرو چڑھا کر بولے۔

"کیا مطلب کیوں لایا ہوں؟بیٹی ہے وہ میری"۔

"تو اس طرح لانے کی کیا ضرورت تھی؟"باری صاحب خوشمگیں نظروں سے دیکھتے ہوئے بولے۔عمیر کچھ کہنا چاہتا تھا مگر انہوں نے اسکا ہاتھ پکڑ کر چپ رہنے کا کہا۔

"میں جس طرح مرضی لاوں"۔وہ دھٹائی سے بولے۔

"کیا چاہتے ہو؟"ڈیڈی نے تحمل سے کہا۔

"اپنی بیٹی چاہتا تھا وہ میرے پاس ہے"۔وہ کندھے اچکا کر بولا۔

"تم اسے بیچنا چاہتے ہو۔اس لئے وہ تمہارے پاس ہے"۔ڈیڈی غم وغصے سے بولے۔وہ ایک لمحے کو ٹھٹھکے پھر ڈھٹائی کی انتہا کرتے ہوئے بولے۔

"میری بیٹی ہے وہ میں اسکے ساتھ جو مرضی کروں"۔

"تم اپنی بیٹی کو بیچ رہے ہو اعجاز۔ کچھ تو خدا کا شرم کرو"۔ ڈیڈی غصے سے بولے۔

"مجھے کہیں جانا ہے تم لوگ جا سکتے ہو"۔ وہ بے زاری سے بولے۔

"اگر ہم تمہیں وہ رقم دے دیں جس کے لئے تم یہ سب کر رہے ہو تو؟" باری صاحب کی بات پر اسکے قدم رکے۔

"تم کیوں دو گے وہ رقم؟" وہ حیرت سے باری صاحب کو دیکھ کر بولا۔

"ہم دیں گے وہ رقم۔ اپنی بیٹی کے لئے تمہارا لون ہم دیں گے"۔ ڈیڈی نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"تم۔۔۔" وہ کچھ سوچنے لگا۔

"ٹھیک ہے مجھے اور کیا چاہئے؟" وہ کندھے اچکا کر بولا اور چلتا ہوا انکے سامنے آ کر بیٹھ گیا۔

"فیحہ کو بلا دو"۔ یہ پہلی بار تھا جب وہ بولا تھا۔ انکل اور ڈیڈی نے اسے فیحہ کی قسم دے کر چپ کروا رکھا تھا۔

"ابھی نہیں۔ میرا لون پے ہونے کے بعد"۔ وہ سگریٹ جلاتا ہوا بولا۔

"ٹھیک ہے مگر تم ہمیں ایک گارنٹی دو گے کہ پھر کبھی تم فیحہ کو ایسے اٹھا کر نہیں لاو گے۔ تمہارا اس سے کوئی تعلق نہیں ہو گا"۔ انکل کے کہنے پر اس نے اثبات میں سر ہلا دیا مگر باری صاحب نے اسکے چہرے پر مکروہ مسکراہٹ دیکھ لی تھی۔

وہ سب واپس آ گئے تھے۔ اسال بارات میں گیا ہوا تھا سو وہ تسلی سے بات کر رہے تھے۔

"مجھے اس شخص پر اعتبار نہیں ہے"۔ وہ کچھ سوچ کر بولے۔

"ہم اس پر اعتبار کرنے پر مجبور ہیں"۔ ڈیڈی نے بے بسی سے کہا۔

"وہ پھر سے یہ حرکت کرے گا۔اسکے لئے ہمیں کچھ کرنا ہو گا"۔وہ ڈیڈی کو سمجھاتے ہوئے بولے۔

"کورٹ کا سہارا لیں؟"عمیر نے پوچھا تو وہ مسکرا دیئے۔

"نہیں۔اس میں بہت وقت لگے گا۔عدالت کچہری کے چکر فیحہ کو مزید ڈسٹرب کر دیں گے۔یہ بات تو طے ہے کہ اسے اس بچی سے محبت نہیں ہے۔پتا نہیں کس حال میں رکھا ہو گا اسے"۔وہ تاسف سے بولے۔

"پھر کیا کرنا ہو گا؟"ڈیڈی نے حیرت سے پوچھا۔

"کورٹ کا سہارا نہیں لے سکتے مولوی کا تو لے سکتے ہیں نا؟"وہ مسکرا کر بولے۔دونوں نے ناسمجھی سے انہیں دیکھا۔

"دیکھو عمیر میں تم سے فیحہ کو مانگتا ہوں"۔انہوں نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیا مطلب انکل؟"وہ حیرت سے بولا۔

"میں اسے اپنی بیٹی بنانا چاہتا ہوں۔ میں ہی نہیں تمہاری آنی بھی یہی چاہتی ہیں۔ اگر تم راضی ہو تو جو کام کچھ سالوں بعد ہونا ہے اسے ابھی کر لیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ اعجاز اپنی بیٹی کے لئے تو دوبارہ یہ سب کر سکتا ہے کہ وہ اسے فائدہ دے سکتی ہے مگر میری بہو کے لئے نہیں کیونکہ تب وہ اسکی بیٹی نہیں بلکہ کسی کی بیوی کسی کی بہو ہو گی"۔ وہ اطمینان سے انہیں سمجھانے لگے۔

"مگر ان دونوں کی بالکل نہیں بنتی"۔ ڈیڈی نے کہا تو وہ ہنس دیئے۔

"ہاں کیونکہ ابھی وہ بچے ہیں۔ بڑے ہوں گے تو سب ٹھیک ہو جائے گا"۔

"وہ مزید ڈسٹرب ہو جائے گی"۔ عمیر نے پست آواز میں کہا تو وہ اسکا ہاتھ تھام کر بولے۔

"یہ سب ہم اسکی زندگی اور عزت کے لئے کر رہے ہیں عمیر۔ ہاں اگر تمہیں اسال ٹھیک نہیں لگتا تو ہم کسی اور سے اسکا نکاح کر دیتے ہیں"۔

"آپ اسال سے بات کر لیں۔ اگر وہ نہیں مانا تو اس پر زبردستی مت کریئے گا"۔ وہ کہہ کر باہر نکل گیا۔

"آئی ایم سوری بے بی بابا بہت بے بس ہو گئے ہیں۔ پلیز لوٹ آو"۔ وہ سوئمنگ پول کے پاس بیٹھا آسمان کو تکتے ہوئے بولا۔

اگلے ہی دن باری صاحب نے ہاں میں جواب دیا تو اس نے آگے بڑھ کر اسال کو گلے لگا لیا۔

"میں زندگی بھر تمہارا احسان مند رہوں گا"۔ وہ نم آواز میں بولا۔

دو چار روز میں انہوں نے لون ادا کر دیا تو اعجاز نے فیحہ کو ان کے حوالے کر دیا۔ سب ہی اسے دیکھ کر ٹھٹھک گئے تھے۔

وہ سکول میں تھی جب آیا نے بتایا کہ اسے لینے اسکے فادر آئے ہیں۔ وہ عمیر سمجھ کر خوشی خوشی باہر آئی مگر سامنے اعجاز کو دیکھ کر ٹھٹھک گئی۔ اعجاز سرعت سے اسکی طرف لپکے اور بظاہر پیار دکھاتے اسے زبردستی گاڑی میں بٹھا گئے۔

"مجھے بابا کے پاس جانا ہے"۔ وہ ڈر کر بولی۔

"باپ کے پاس کانٹے چبھ رہے ہیں کیا؟" وہ غصے سے بولے۔

"پلیز مجھے گھر جانا ہے"۔ وہ آنکھوں میں آنسو لئے بولی تو انہوں نے ڈیش بورڈ سے رومال اٹھا کر اسکے منہ پر رکھ دیا۔ وہ بند ہوتی آنکھوں سے سیٹ پر لڑھک گئی۔

اسے ہوش آیا تو وہ اعجاز کے گھر میں تھی۔ وہ اٹھ کر بیٹھی تو خود کو ایک سٹور روم میں پایا۔ زیرو کا بلب جل رہا تھا۔ وہ ڈرتے ہوئے دروازے تک آئی۔

"بابا۔ بابا"۔ وہ دروازہ پیٹنے لگی۔ تبھی ایک ملازمہ اندر آئی اور اسے ایک تھپڑ رسید کیا۔

"خاموش ہو کر بیٹھ ورنہ ہڈیاں توڑ دوں گی"۔ اسے فرش پر دھکیلتی وہ باہر نکل گئی۔ وہ زمین پر گری ہی سسکتی رہی۔ دسمبر کی ٹھنڈی رات میں بھوکے پیٹ وہ یخ فرش پر لیٹی ہوئی عمیر, سحر, ڈیڈی اور امی کو پکار رہی تھی۔

صبح وہ ملازمہ اسکے پاس آئی تو وہ بخار میں تپ رہی تھی۔ اسے ایک ہاتھ سے گھسیٹتے ہوئے وہ کمرے میں لے آئی۔ واشروم میں دھکیل کر اسے منہ دھونے کا کہا۔ وہ ایک بار پھر رو دی۔ منہ دھو کر اسکے سامنے ناشتہ رکھا گیا جس میں باسی روٹی اور شوربے جیسی دال تھی۔

"کھا اسے"۔وہ کر خشگی سے بولی۔وہ دو سے زیادہ لقمے نہ لے سکی۔کچھ بخار سے منہ کا ذائقہ خراب تھا کچھ دال میں مرچیں اتنی تھیں۔

"کھاتی ہے کہ نہیں"۔وہ اسکے بال پکڑے چلائی تو وہ ڈر گئی۔
"ایسے نہیں کھائے گی تو"۔وہ غصے سے کہتی اسکے چہرے کا حال بگاڑ گئی پھر بھی دل نہیں بھرا تو اسکا منہ کھول کر چمچہ بھر بھر کر اسکے منہ میں دال ڈالنے لگی۔اسے شدید پھندا پڑا تو اسے دھکیلتی وہ بڑبڑا کر باہر نکلی۔

"پتا نہیں صاحب کس منحوس کو لے آیا ہے۔تنخواہ دیتا نہیں ہے اور اوپر سے کہتا ہے کہ بھوکا نہ رکھو اسے"۔
وہ سرخ چہرہ سرخ ناک لئے وہیں کمرے میں فرش پر گر گئی۔اسکا جسم اتنے تشدد پر دکھ اٹھا تھا۔اسے رہ رہ کر عمیر اور سحر یاد آرہے تھے۔وہ سارا دن یونہی پڑی رہی۔رات اسکا باپ اسکے پاس آیا تو وہ کونے میں گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھی تھی۔اس نے اسکے بال پکڑ کر اسکا سر اٹھایا تھا۔

"کس بات کا نخرہ دکھا رہی ہے ہاں؟"وہ غصے سے بولا تو وہ سہم گئی۔

"یاد نہیں تیری ماں کا کیا حال کرتا تھا؟" وہ چیخا تو وہ خود میں سمٹ گئی۔ آنسو چہرے کو بھگوئے جا رہے تھے۔

"لگتا ہے یاد کرانا پڑے گا"۔ وہ خباثت سے ہنستا باہر نکل گیا۔ اسکی واپسی دس منٹ میں ہوئی تھی۔ اسکے ہاتھ میں پائپ کا ٹکڑا تھا۔ وہ بت بنی اپنے باپ کو دیکھ رہی تھی۔
دس منٹ کی کاروئی ہوئی تھی۔ جب وہ مار مار کر اسے ہانپ اٹھا تو وہیں پائپ پھینکے باہر نکل گیا۔ یہ تک دیکھنے کی زحمت نہیں کی کہ وہ ہوش و حواس کھو بیٹھی تھی۔ یہ کاروائی اسی کام والی کی وجہ سے ہوئی تھی جس نے جھوٹ بولا تھا کہ وہ کھانا نہیں کھا رہی۔

اگلے دن دوپہر کو اس نے باسی روٹی سے چٹنی کھائی تھی۔ آج بھی چٹنی میں مرچیں بہت زیادہ تھیں مگر وہ آنسو بہاتی آدھی روٹی کھا گئی کہ کل کی مار کا درد ختم نہیں ہوا تھا۔ وہ بخار میں پڑی تھی جب اسکا باپ پھر آیا۔ وہ ڈر کر بیٹھ گئی۔

"تو ایک عزاب ہے میرے لئے"۔ وہ اسکا سر دیوار میں مارتے ہوئے بولا۔

"کیا مصیبت ہے تیرے ان لگتوں کو جو یہاں تک آ گئے ہیں"۔ وہ سامنے بیٹھتے ہوئے بولا۔ اسکے سر پر نیل پڑ گیا تھا۔ آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ وہ زمین پر ہی دیوار سے لگی بیٹھی رہی۔ وہ اسے دیکھتا رہا پھر خباثت سے بولا۔

"کوئی نہیں آنے دے۔ کب تک کوششیں کریں گے۔ ان کے تجھ تک پہنچنے سے پہلے ہی تو اپنے ٹھکانے پر ہو گی"۔ وہ اپنی ہی بات پر قہقہہ لگاتا باہر چلا گیا مگر وہ دہل گئی۔

"پلیز بابا مجھے لے جائیں"۔ وہ ایک بار پھر رو دی۔

اسے وہاں آئے چھٹا دن تھا۔ اب تک وہ ہر روز پٹتی ہی رہی تھی۔ کبھی باپ سے تو کبھی ملازمہ سے۔ اسکا کام کرنے سے پہلے ملازمہ اسے مار کی ڈوز دیا کرتی تھی۔ بخار ابھی بھی نہیں اترا تھا۔ خوف اور ڈر بڑھ گیا تھا۔

اسے ملازمہ سے ہی پتا چلا تھا کہ اسے بیچا جا رہا ہے۔ وہ نہ جانے اسے کیا کچھ بتا رہی تھی۔ وہ سکتے کے عالم میں اسے دیکھے جا رہی تھی۔ وہ کب گئی اسے ہوش ہی نہیں رہا۔ رات کو اسکا باپ آیا تو وہ نیم بے ہوشی میں پڑی تھی۔ وہ اسکے بال پکڑے اسے اٹھاتا ہوا بولا۔ اس کے اندر سے آج بھی شراب کی بو آ رہی تھی۔

"ابھی تو تجھے کچھ دن زندہ رہنا ہے۔ میرے لئے تو تو سونے کی چڑیا ہے۔ ابھی تو صرف لون واپس کروایا ہے۔ تو دیکھ میں آگے کیا کرتا ہوں"۔ وہ خباثت سے کہتا لڑکھڑاتا ہوا باہر نکل گیا۔

دروازے کے پار اسے ملازمہ اور اپنے باپ کی نازیبا گفتگو سنتے اسکا دل کیا تھا کہ وہ مر جائے۔ وہ دس سال کی بچی ان کچھ ہی دنوں میں اپنی عمر سے بڑی ہو گئی تھی۔ وہ بس مرنا چاہتی تھی کہ اسکا باپ اسے بیچ رہا تھا۔

جس دن اسے ڈیڈی اور عمیر کے حوالے کیا جانا تھا اس سے ایک دن پہلے ہی اس نے گلاس توڑ کر اپنی نبض کاٹ لی تھی۔ اسے یہی پتا تھا کہ اسکا باپ اسے کسی کو بیچ رہا تھا۔ خون دیکھ کر اسے اپنی ماں کا خون یاد آیا تھا۔ وہ ڈرتی کانپتی اپنے منہ پر تکیہ رکھ گئی۔ ملازمہ اندر آئی تو خون دیکھ کر چلا اٹھی۔

اعجاز دوسرے کمرے میں ہی تھے سو فوراً اسے اٹھا کر ہاسپٹل لے گئے۔ ساری رات وہ ہاسپٹل میں ہی رہی تھی۔ صبح دس بجے اسے گھر لایا گیا تھا۔ وہ بالکل خاموش ہو گئی تھی۔ اعجاز نے نہ صرف اسے ڈانٹنے پر اکتفا کیا تھا بلکہ مارنے سے بھی گریز نہیں کیا تھا۔

اب وہ دس دن بعد اسی یونیفارم میں ٹوٹی بکھری انکے سامنے کھڑی تھی۔ ملازمہ ہی اسے سہارا دیئے کھڑی تھی۔ عمیر تیزی سے اسکی طرف آیا۔

"بے بی"۔اس سے پہلے کہ وہ اسے ہاتھ لگاتا وہ چیختی چلاتی ہوش کھو گئی۔وہ اسے لئے ہاسپٹل پہنچے تھے۔ڈاکٹر کے مطابق وہ بہت زیادہ ڈری ہوئی تھی۔اسے بری طرح مارا پیٹا گیا تھا اور اس نے خودکشی کی کوشش کی تھی۔عمیر لڑکھڑایا,اسال نے فوراً اسے تھاما تھا۔

"کیا اسکے ساتھ؟؟؟"ڈیڈی بولتے بولتے رکے تھے۔

"نہیں۔ایسا کچھ نہیں ہے"۔ڈاکٹر انکی جھجھک سمجھ کر بولا۔

"عمیر سنبھالو خود کو"۔انکل نے اسے بنچ پر بٹھاتے ہوئے کہا۔

"میری دس سال کی بچی نے خودکشی کی کوشش کی ہے۔آپ سمجھ سکتے ہیں نا کہ وہ کس اذیت میں ہو گی جو اس نے اتنا بڑا اقدم اٹھایا"۔وہ روتے ہوئے بولا تو انہوں نے اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔

"میں اس شخص کو زندہ نہیں چھوڑوں گا"۔ڈیڈی غصے سے بولے تو انکل نے انہیں روکا۔

"وہ زندہ سلامت باعزت ہمارے پاس ہے ہمارے لئے یہی بہت ہے۔اس نے جو کچھ کیا اسکا حساب اسے پولیس کو دینا ہو گا"۔انہوں نے کہہ کر اپنے دوست کو کال کی اور سب بتا دیا مگر اسکی گرفتاری سے پہلے وہ ملک سے باہر جا چکا تھا۔

اگلے دو دنوں میں انہوں نے اسے سمجھا بجھا کر اسکا نکاح کر دیا تھا۔اسے منانا بہت ہی مشکل تھا سو عمیر نے اسے بہلا پھسلا کر سائن کروائے تھے۔وہ لوگ اسے لئے ہوٹل آ گئے تھے۔عمیر کو سے لپٹ کر اتنا روئی تھی کہ سب کو رلا گئی تھی۔وہ اسے کانچ کی گڑیا کی طرح سنبھال رہا تھا۔وہ اتنا ڈری ہوئی تھی کہ انکل اور اسال کو اپنے پاس بھی نہیں آنے دے رہی تھی۔
شام کو انکی فلائیٹ تھی گھر میں سب کو یہی کہا گیا تھا کہ وہ انکے ساتھ ہے۔اسکی حالت کا کسی کو علم نہیں تھا۔

وہ گھر پہنچے تو سب ان کے انتظار میں باہر ہی کھڑے تھے۔وہ ڈری ہوئی عمیر کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔اسے دیکھ کر سحر اپنے ہوش کھو بیٹھی تھی۔ابی کو اس میں وہی چار سال کی بچی دکھی تھی جسے وہ اور عالمیر صاحب لیکر آئے تھے۔عمیس اسکی طرف بڑھا تو وہ ڈر کر چیخنے لگی تھی۔عمیر اسے سنبھال رہا تھا مگر وہ ہوش کھو بیٹھی۔

"بابا مجھے لے جائیں۔بابا۔بابا مجھ۔۔۔مجھے لے جائیں"۔وہ بس ایک ہی بات دہرا رہی تھی۔ سحر اسے دیکھ کر روئے جا رہی تھی۔ عمیر کا اپنا دل کٹے جا رہا تھا۔

"ڈیڈی گڑیا ایسے کیوں بیہیو کر رہی ہے؟" عمیس نے نم لہجے میں پوچھا۔سب ہی خاموشی سے انہیں دیکھ رہے تھے۔ آپا جان اور سلطانہ کا رو رو کر برا حال ہو رہا تھا۔

"اسکے باپ پر بھاری پڑ رہی تھی نا اس لئے یہ حال کر دیا ہے"۔وہ غم و غصے سے بولے۔انکا بس چلتا تو وہ اعجاز کو جان سے مار دیتے۔

"تو لیکر کیوں گئے تھے وہ؟" یہ جبران تھا جس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اعجاز کا منہ توڑ دیتا۔ اسکی بلی اتنی بری حالت میں جو تھی۔

"اسکا یہ حال جو کرنا تھا اسلئے"۔وہ بے بسی سے بولے۔

اس واقعے کے بعد وہ بہت مشکل سے نارمل ہوئی تھی۔ عمیر اسکا اچھے سے اچھا علاج کرا رہا تھا مگر اب بھی وہ کبھی کبھی ڈر جایا کرتی تھی۔ سحر اپنا آپ بھلائے بس اسی کی دل جوئی میں لگی

رہتی تھی۔پہلے پہل باقی لڑکیاں بھی اس سے اچھے سے پیش آتی تھیں پھر جب انکی اولاد ہوئی تو نہ صرف محبت کم ہوئی مگر حسد نے بھی جنم لے لیا۔

وہ ابی اور ڈیڈی کے اس سے محبت سے خائف رہا کرتی تھیں۔وہ چونکہ ایک ہی بیٹی تھی۔ عمیس کا ایک بیٹا بدر اور جبران کے دو مامون اور شمعون تھے۔وہ تینوں بھی اپنی آپی سے بہت پیار کرتے تھے۔عمیس اور عمیر اسے اپنے بچوں کی طرح رکھتے تھے۔جیسے اپنے بچوں کو شاپنگ کراتے ویسے اسے بھی کراتے۔انکی طرح اسے بھی پاکٹ منی دیتے تھے۔ان کی بیویاں انہیں کچھ نہیں کہہ سکتی تھیں سو اپنا نزلہ اس پر گراتی تھیں جو خاموشی سے سب سن لیتی تھی۔

ابھی تک اسال سے اسکا رویہ ویسا ہی تھا۔وہ اس سے بات نہ پہلے کرتی تھی نہ ہی اب۔اب تو وہ اسے دیکھ کر کمرے میں بند ہو جاتی تھی۔عمیر اور انکل اسکی وجہ سے بہت پریشان تھے۔ وہ بارہویں جماعت میں تھی جب انکل نے عمیر کو انکی دوستی کروانے کا مشورہ دیا۔سو ایک روز وہ اسے لینے اسال کو ساتھ لے آیا۔اسال کو دیکھ کر اسکا موڈ آف ہو گیا۔

"کیسی ہو پرنسس؟"وہ عمیر سے ملی تو اسال نے پوچھا۔

"ٹھیک"۔وہ سر جھکائے گاڑی کے پاس آئی۔اسال پیچھے کا دروازہ کھول کر بیٹھ گیا۔اس نے حیرت سے اسے دیکھا جو اس سے اسی بات پر لڑتا تھا کہ وہ پیچھے بیٹھے آج وہ خود اس کے لئے جگہ چھوڑ گیا تھا۔

آہستہ آہستہ عمیر کی کوششوں سے اتنا فرق پڑا تھا کہ وہ اس کی باتوں کا جواب دے دیتی تھی اسے دیکھ کر کمرے میں بند نہیں ہوتی تھی۔اسکا کالج میں ایڈمیشن ہوا تب تک اسال اپنی ڈگری ختم کر چکا تھا۔عروہ سے اسکی دوستی تھی کیونکہ وہ بہت زیادہ وہاں آیا جایا کرتی تھی۔ تہمینہ بھی اس سے بہت محبت کرتی تھیں۔

وہ اسال سے اپنے نکاح کے بارے میں جانتی تھی مگر کبھی کسی سے ذکر نہیں کیا تھا کیونکہ یہ بات اسکے بابا نے کسی کو نہیں بتائی تھی۔یہی وجہ تھی کہ عمیر کے گھر پر نہ ہونے کی وجہ سے وہ زیبی کے معاملے میں اسال سے مدد مانگنے گئی تھی۔یہ بھی عمیر نے ہی اس کے ذہن میں ڈالا تھا کہ عمیر کے بعد اگر وہ کسی معاملے میں کسی پر بھروسہ کر سکتی ہے تو وہ اسال ہے اور اس نے مدد کی بھی تھی۔

وہ اپنے نکاح کا اب بھی کسی کو نہ بتاتی جیسے صبا اور جویریہ کی باتیں کسی کو نہیں بتاتی تھی۔اس دن بھی اگر عروہ کی منگنی ٹوٹنے والی نہ ہوتی تو وہ کبھی اپنا منہ نہ کھولتی۔

اب بھی جب سب ٹھیک چل رہا تھا تب اسکا باپ واپس آ گیا تھا۔ وہ کیا چاہتا تھا اسے نہیں پتا تھا۔ باجی کے تھرو اعجاز کو سب پتا چل جاتا تھا۔ مگر یہ بات اسے سمجھ نہیں آئی تھی۔ اعجاز یہ تو نہیں جانتا تھا کہ اسال کا اس سے رشتہ کیا ہے مگر ہر کال پر وہ اسے اسال سے دور رہنے کا کہتا تھا۔ شاید اس نے اسال کی نظروں میں وہ دیکھ لیا تھا جو وہ نہیں دیکھ پا رہی تھی۔ یا جان کر انجان بنی ہوئی تھی۔ اسی لئے اس نے اسال کو اسے چھوڑنے کا کہا تھا۔ اس نے درست اندازہ لگایا تھا اور باجی کو کام سے نکال دیا تھا۔

آج وہ سب لوگ واپس جا رہے تھے۔ عروہ نے تو فون کر کر کے سحر کا سر کھایا ہوا تھا کہ وہ کب آئینگے۔ جب وہ گھر پہنچے تو دولہن صاحبہ تہمینہ کے ساتھ موجود تھیں۔ وہ سب سے مل کر ابی کے پاس بیٹھ گئی۔

"میری شیرنی"۔ انہوں نے اسے اپنی بانہوں کے حصار میں لے لیا۔

"ڈیڈی کہاں ہیں؟" وہ انکے کندھے پر سر رکھے بولی۔

"تمہارے انکل کے ساتھ کسی کام سے گئے ہیں"۔

"ابی میں نے آپکو اور ڈیڈی کو بہت مس کیا"۔ وہ نم لہجے سے بولی تو انہوں نے شفقت سے اسکے سر پر ہاتھ پھیرا۔

"میں نے بھی اپنی شیرنی کو بہت مس کیا۔ اگر تمہاری آپا جان بیمار نہ ہوتیں تو میں ضرور تم سے ملنے آتا"۔

"ہماری بیٹی نے آپا جان اور ممی کو مس نہیں کیا؟ ممی خفگی سے بولیں تو وہ مسکرا دی۔

"سب کو کیا تھا"۔

"ہاں بس مجھے اور اپنے ڈیڈی کو زیادہ کیا"۔ ابی ہنس کر شرارت سے بولے تو وہ بھی ہنس دی۔ اسے ایسے دیکھ کر عمیر نے اسکی دائمی خوشیوں کی دعا کی تھی۔

سب نے خوشگوار ماحول میں چائے پی تھی تب تک اسال, انکل اور ڈیڈی بھی آ گئے تھے۔ وہ اب ڈیڈی کے کندھے پر سر رکھے ان سے نہ جانے کون کون سے راز و نیاز کر رہی تھی اور وہ بس مسکرائے جا رہے تھے۔

اگلے دن وہ نماز پڑھ کر باہر نہیں نکلی تھی۔وہ کسی کی جلی کٹی باتیں سننا نہیں چاہتی تھی سو یونہی لیٹی رہی۔ تبھی دروازہ ناک ہوا۔اس نے دروازہ کھولا تو سامنے عمیس اور جبران کو دیکھ کر حیران ہوئی۔

"نیچے کیوں نہیں آئیں؟"وہ جانتے تھے مگر پھر بھی پوچھ رہے تھے۔

"ویسے ہی"۔

"چلو واک پر چلتے ہیں"۔عمیس نے کہتے ہی اسکا ہاتھ پکڑا اور اسے بولنے کا موقع دیئے بنا باہر لے آیا۔وہ گھر سے نکلے تو تینوں بچے بھی انکے ساتھ تھے۔وہ پارک میں چہل قدمی کر رہے تھے جبکہ بچے گولڈی کے ساتھ کھیل میں مصروف تھے۔

"اچھا لگ رہا ہے نا؟"عمیس نے اسکی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا تو وہ مسکرا کر ہاں میں سر ہلا گئی۔

"چلو آج اپنی بلی کو اچھا سا ناشتہ کرواتا ہوں"۔جبران اسکی ناک دباتا ہوا بولا۔

"نہیں گھر چلیں"۔وہ جویریہ اور صبا کا سوچ کر کہہ گئی۔دونوں نے تاسف سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"چلو ہم ناشتہ گھر کر لیں گے"۔ عمیس مسکراتا ہوا بولا اور ٹراوزر کی جیب سے موبائل نکال کر کسی کو ایس ایم ایس کرنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد وہ گاڑی میں بیٹھے آنی کی طرف جا رہے تھے۔

"ہم نے تو گھر جانا تھا"۔ وہ حیرت سے بولی تو ڈرائیو کرتا جبران مسکرا دیا جبکہ عمیس پیچھے سے بولا۔

"پرنسس تمہارے ہی گھر جا رہے ہیں"۔ اسکی بات پر اسکے چہرے کا رنگ بدلہ تھا۔ جبران نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"بلی ٹھیک ہو نا تم؟"

"جج جی۔ بابا کے پاس چلیں"۔ وہ سفید پڑتے چہرے اور لڑکھڑائے لہجے میں بولی۔

"نو آپی اسال ماموں کے پاس جانا ہے"۔ ان تینوں کی چیخ و پکار پر عمیس آگے کو منہ کر کے بولا۔

"گڑیامان جاونایار۔ آنی کے ہاتھ کا ناشتہ کرنا ہے۔ میں نے تو انہیں کہہ بھی دیا ہے کہ ہم آ رہے ہیں۔ وہ ویٹ کر رہی ہونگی"۔ اس نے مجبوراہلکا سا مسکرا دیا۔ جبران ابھی بھی اسے ہی نوٹ کر رہا تھا جو اپنی انگلیاں مروڑ رہی تھی۔

آنی سب کو دیکھ کر خوش ہو گئی تھیں۔ ہمیشہ کی طرح اسے پیار کر کے اپنے ساتھ ہی اندر لے آئیں۔ عروہ چیختی چلاتی اسکے گلے لگ گئی۔ انکل بھی بہت محبت سے ملے تھے۔

"آنی اچھا سا ناشتہ کرا دیں مگر اپنے ہاتھ کا"۔ عمیس نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ سب ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ عمیر کو جبران بتا چکا تھا کہ وہ انکے ساتھ تھی۔ عروہ کے ساتھ وہ بھی کچن میں آ گئی۔ آنی کے منع کرنے کے باوجود وہ کچن میں انکی اور عروہ کی ہیلپ کروا رہی تھی۔ تھوڑی دیر میں ناشتہ لگ گیا تو سب ٹیبل پر آ گئے۔

"آنٹی اسال کہاں ہے؟" جبران نے اس کے چہرے کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا جو عروہ سے باتوں میں مگن تھی مگر اسکے چہرے پر اب کوئی خوف نہیں تھا۔ وہ الجھا تھا۔

"آتا ہی ہو گا۔لو آ گیا"۔وہ اندر آتے اسال کو دیکھ کر بولیں۔وہ سب کو مشترکہ سلام کرتا عمیس کے ساتھ بیٹھ گیا۔اس نے بس ایک نظر اس پر ڈالی تھی اب بھی وہ کھا کم اور عروہ سے باتیں زیادہ کر رہی تھی۔

"گڑیا کھانا کھاو یار۔یہ تو بولتی ہی رہے گی۔اسے اور کوئی کام جو نہیں ہے"۔عمیس نے اسے مخاطب کر کے عروہ کو چھیڑا۔

"عمیس بھائی آپ بہت برے ہیں"۔وہ منہ بنا کر بولی۔

"ارے برا میں نہیں اسال ہے"۔اسکی بات پر سب ہنس دیئے کیونکہ بچپن سے وہ اسال کے بارے میں یہی کہا کرتی تھی۔سب کے ہنسنے پر وہ سر جھکا گئی۔

"تنگ مت کرو میری بیٹی کو"۔تہمینہ نے اسکے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

ناشتے کے بعد سب چائے پی رہے تھے۔اسے عروہ اپنے کمرے میں لے گئی تھی۔وہ اسے بلانے آیا تھا۔

"پرنسس عمیس بھائی بلا رہے ہیں"۔وہ اندر آتے ہوئے بولا تو وہ جانے کے لئے اٹھی۔عروہ اس سے پہلے ہی کمرے سے نکل گئی۔اس نے حیرت سے اسے جاتے ہوئے دیکھا۔

"پریشان نہ ہو یہ اپنے بھائیوں کو بتانے گئی ہے کہ اسے اپنی شادی میں کیا گفٹ چاہیئے"۔وہ بہن کی جلد بازی پر مسکرا کر بولا۔

"مجھے بات کرنی ہے"۔وہ کچھ جھجکتے ہوئے بولی۔

"ہاں بولو"۔اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی شمعون اسے بلانے آگیا۔اسے مجبوراً جانا پڑا۔وہ بھی اسکے پیچھے ہی آیا تھا۔وہ لوگ چلے گئے تو باری صاحب بیٹے کو دیکھ کر بولے۔

"میں سوچ رہا ہوں کہ ایک بیٹی جا رہی ہے تو کیوں نہ دوسری کو گھر لے آوں"۔انکی بات کا مطلب سمجھ کر عروہ اور تہمینہ مسکرا دیں۔

"فی الحال تو آپکی بہو کا ایسا کوئی موڈ نہیں ہے"۔وہ مسکرا کر کہتا روم میں چلا گیا۔وہ سوچ رہا تھا کہ ایسا کیا کہنا تھا اس نے۔

آج عروہ کی مہندی اور نکاح کی تقریب تھی جو اسال کے گھر کے قریب ہی ہال میں ہونا تھی۔ سب تیار ہو رہے تھے۔ اسے سحر نے آج دل لگا کر تیار کیا تھا۔ رائل بلیو کامدار ساڑھی جسے نفاست سے سیٹ کیا گیا تھا۔ بالوں کو کھلا چھوڑ کر ان میں کرلز ڈالے گئے تھے۔ ہیوی جیولری جو اسکی لاکھ مزاحمت پر بھی سحر نے پہنادی تھی۔

"ماما دیکھیں تو اوور لگ رہا ہے"۔ وہ آئینہ دیکھتے ہوئے بولی۔

"اوور نہیں میرا بچہ بہت خوبصورت لگ رہا ہے"۔ سحر اسکی بلائیں لیتے ہوئے بولی۔

"ماما سچ میں بہت ہیوی ہو گیا ہے"۔ وہ اپنے آپ کو دیکھتے ہوئے منہ بسورتے ہوئے بولی۔ تبھی کمرے میں عمیر اور عمیس آئے تھے۔

"ذرا بتائیں اپنی بیٹی کو کہ وہ کیسی لگ رہی ہے؟" سحر نے عمیر سے کہا جو اس کو ایک نظر دیکھ کر نظر پھیر گیا کہ کہیں اسے اسکی ہی نظر نہ لگ جائے۔

"میری بے بی تو ہے ہی خوبصورت آج تو بہت ہی خوبصورت لگ رہی ہے"۔ عمیر کی تعریف پر وہ جھینپ گئی۔

"آج تو سچی کی گڑیا لگ رہی ہو"۔ عمیس اسکے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا پھر اپنے موبائل میں اسکی پکس لینے لگا۔

وہ تیار ہو رہا تھا جب اسے میسج ملا۔

"برخودار آج نظریں سنبھال کر رکھنا یہ نہ ہو کہ پلٹنا بھول جائیں"۔ وہ میسج پڑھ کر مسکرا دیا پھر جلدی سے ریپلائے کیا۔

"ایک پک۔۔۔"

"فری مت ہو"۔ شان بے نیازی سے اسے چڑایا گیا تھا۔

"پلیز"۔

"اوکے مگر فنگشن کے بعد۔" وہ ایس ایم ایس پڑھ کر مسکرا دیا۔

فنگشن شروع ہونے سے دس منٹ پہلے ہی وہ لوگ پہنچے تھے۔اسال اور انکل سب کو ریسیو کر رہے تھے۔وہ سحر اور عمیر آخری گاڑی میں تھے۔ عمیس اسال کے پاس آکھڑا ہوا۔ جیسے ہی اسکی طرف کا دروازہ کھلا وہ اسال کی طرف جھکا۔

" نظریں سنبھالنا"۔وہ گاڑی سے اترتی عمیر کے ساتھ اس طرف آرہی تھی۔وہ ایک نظر ڈال کر نظر ہٹانا ہی بھول گیا۔انکے قریب آنے پر عمیس نے مسکراہٹ دبائے اسے کہنی ماری تو وہ ہوش میں آیا۔ہمیشہ کی طرح اسکی نظروں سے انجان وہ انکل سے مل رہی تھی۔اسے بس سلام کیا تھا۔

"بھائی پکس"۔اسال نے سب کے ساتھ اندر جاتے عمیس کو پکڑتے ہوئے کہا۔

"فنگشن کے بعد"۔وہ مسکرا کر کہتا اندر چلا گیا۔

فنگشن کے دوران گاہے بگاہے وہ اسے دیکھتا رہا تھا۔نکاح ہو چکا تھا اب مہندی ہو رہی تھی۔ سب رسم کر رہے تھے۔ تہمینہ اسے بھی بلانے آئیں کیونکہ عروہ کے سسرال میں سب جان گئے تھے کہ وہ اسکی بھابھی ہے۔عمیر کے کہنے پر اسے جانا پڑا۔

وہ عروہ کے پاس بیٹھی تھی جب عمیس نے اسے فرخ کے پاس بٹھاتے ہوئے نظروں کو قابو میں رکھنے کا کہا۔وہ رسم کر کے اٹھنے لگی تھی جب اسکی نظر ہال میں موجود شخص پر پڑی۔

اسال نے اسکا سفید پڑتا رنگ دیکھا تھا مگر سمجھ نہیں پایا۔ اسکی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تو وہاں کوئی نہیں تھا۔

"پرنسس چلیں"۔ اسے ایسے دیکھ کر اسے بلانا ہی پڑا۔ اسکے پرنسس کہنے پر ایک شور مچا تھا۔ وہ تو کچھ بھی سمجھنے سے قاصر تھی۔ بس ایک ہی آواز سماعت سے ٹکرا رہی تھی جو یہاں اس شہر میں آنے سے پہلے اس نے فون پر سنی تھی۔

"کمینی تو نے نکاح کر کے اچھا نہیں کیا۔ اب یا تو تیرا شوہر مرے گا یا تیرا نام نہاد باپ"۔ یہ اسکے باپ کی آواز تھی جو آج بھی اسے خوفزدہ کر دیا کرتی تھی۔

وہ ویسی ہی بت بنی کھڑی تھی۔ اسال غیر محسوس طریقے سے اس تک آیا اور اسکا ہاتھ پکڑ کر نیچے لے آیا۔ اس نے خالی نظروں سے اسے دیکھا۔

"کیا ہوا پرنسس؟" وہ پریشانی سے بولا تبھی تہمینہ نے اسال کو بلا لیا۔ اسے ناچار جانا پڑا۔

اس نے ایک نظر ہال پر ڈالی۔ وہ وہیں تھا۔ ایک کونے میں کھڑا عمیر پر نشانہ باندھے۔ اسکے ہاتھ میں گن دیکھ کر وہ اندر تک لرز گئی تھی۔ عمیر لوگوں سے فاصلے پر کھڑا فون سن رہا تھا۔

سب اپنے آپ میں مگن تھے۔اس نے ایک نظر عمیر پر ڈالی دوسری اپنے باپ پر پھر دوڑتی ہوئی عمیر تک گئی۔

عمیر کسی سے فون پر بات کر رہا تھا جب وہ اس سے ٹکرائی۔ابھی وہ کچھ سمجھ رہی نہیں پایا تھا کہ اس نے عمیر کے بازو تھامے اسے گھما دیا۔ایک گولی کی آواز پر سب ساکت ہوئے تھے۔ عمیر نے ناسمجھی سے خود سے لپٹی بیٹی کو دیکھا۔عمیس اعجاز کو دیکھ چکا تھا اسکے ہاتھ میں موجود گن کو بھی۔وہ تیزی سے اسکے پیچھے گیا۔فرخ کا دوست پولیس میں تھا وہ بھی اسکے پیچھے گیا تھا۔

"فیحہ "۔ایک دم سحر کے چیخنے پر سب کو ہوش آیا تھا۔وہ بہتے خون کے ساتھ عمیر کا سہارا لئے کھڑی تھی۔اس نے مسکرا کر سامنے ساکت کھڑے باپ کو دیکھا اور اسکی گردن کے گرد بازو ڈالتے ہوئے اسکے گال کو چوما۔

"آئی لو یو بابا"۔اسکے الفاظ سے اس میں بجلی دوڑ گئی۔اس نے تیزی سے اسے گود میں اٹھایا اور باہر کی طرف دوڑا۔جبران,ڈیڈی,ابی,اسال اور سحر سب باہر بھاگے تھے۔جبران گاڑی چلا رہا تھا سحر اور عمیر اسے لئے بیٹھے تھے۔آگے ابی تھے۔وہ عمیر کی گود میں سر رکھ گئی۔

"میری بچی کچھ نہیں ہو گا"۔ عمیر اسکا چہرہ تھامے بولا جو پیلا پڑ گیا تھا۔ تکلیف کے آثار اسکے چہرے پر واضح تھے۔ جبران نے تیس منٹ کا راستہ پندرہ منٹ میں طے کیا تھا۔ اسے سٹریچر پر ڈالے وہ اندر لے گئے۔

"میری بچی کو میری ہی نظر لگ گئی ہے ابی"۔ وہ انکے کندھے پر سر رکھے رو دیا۔ رو تو وہ خود بھی رہی تھے مگر بے آواز۔

"وہ شیرنی ہے میری۔ اسے کچھ نہیں ہو گا"۔ وہ ٹوٹے ہوئے لہجے میں بولے۔ ڈیڈی خود شکستہ حالت میں تھے۔ سحر بت بنی بیٹھی تھی۔ اسال کا تو خود کا برا حال تھا۔ اسے اب سمجھ آیا تھا کہ یہ بات تھی جو وہ اسے بتانا چاہتی تھی۔ وہ دیوار سے سر ٹکائے آنکھیں موندے کھڑا تھا جب عمیس نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ اسے دیکھ کر وہ اپنا ضبط کھو بیٹھا۔

فرخ اور اسکے بابا نے جلدی جلدی فنگشن ختم کرنے کا کہا۔ خواتین کو انکل گھر پہنچا کر اب سلطانہ اور تہمینہ کے ساتھ ہاسپٹل جا رہے تھے۔ ان دونوں کو سب کے ساتھ چھوڑ کر وہ اسال

کو ڈھونڈتے ہوئے آئے تھے۔ وہ اسکے باپ تھے جانتے تھے کہ انکا بیٹا اپنی بیوی سے کتنی محبت کرتا ہے۔ وہ باہر لان میں ایک بینچ پر عمیس کے کندھے سے لگا رو رہا تھا۔

"وہ وہ مجھ سے کہہ رہی تھی کہ اسے کوئی بات کرنی ہے۔ اس نے مجھے فون بھی کیا تھا۔ میں اپنی مصروفیت میں اس سے بات نہیں کر سکا۔ سب میری غلطی ہے۔ مجھے سوچنا چاہیئے تھا کہ وہ مجھے کال کر رہی تھی تو کوئی ضروری بات ہو گی"۔ وہ سسک رہا تھا۔ بلک رہا تھا۔ باری صاحب کو وہاں کھڑے ہونا مشکل لگا تو اندر چل دیئے۔

انہیں یاد تھا وہ دن جب انہوں نے اسے فیحہ سے نکاح کے بارے میں کہا تھا۔ وہ دونوں واک پر گئے تھے جب انہوں نے بات شروع کی۔

"اسال تمہیں فیحہ کیسی لگتی ہے؟" انکے سوال پر وہ چونک کر بولا۔

"پرنسس؟"

"ہاں پرنسس۔ کیسی لگتی ہے تمہیں؟"

"بالکل پرنسس جیسی"۔ وہ مسکرا کر بولا۔

"پھر تم اسے تنگ کیوں کرتے ہو؟ لڑتے کیوں ہوں اس سے؟" وہ سنجیدگی سے بولے۔

"میں اس سے لڑتا نہیں ہوں۔ جب وہ عمیر بھائی کو مجھ سے بات نہیں کرنے دیتی, سحر آپی اور بھائی پر صرف اپنا حق سمجھتی ہے تو مجھے غصہ آجاتا ہے۔ بٹ لڑتا پھر بھی نہیں ہوں۔ ہاں

تنگ کرتا ہوں کیونکہ جب وہ غصہ ہوتی ہے تو بہت کیوٹ لگتی ہے"۔وہ مسکراتے ہوئے اسکے پھولے ہوئے منہ کو تصور میں سوچتا ہوا بولا۔

"اگر وہ ہم سے دور چلی جائے تو؟"انکی بات پر وہ تڑپ اٹھا تھا۔

"کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ؟"جواب میں انہوں سے اسے سب بتا دیا۔وہ تو حیران بت بنا سب سنتا رہا۔

"اب بتاو کیا تم اسے اپنے نام کا تحفظ دو گے تاکہ دوبارہ کبھی اسکے ساتھ ایسا کرنے کا اعجاز سوچ بھی نہ سکے؟"وہ ایک لمحہ ضائع کئے بنا نم لہجے میں بولا۔

"آپ جو کہیں گے میں کروں گا"۔انہوں نے خوشی سے اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔

انہیں یاد تھا کہ اسے اعجاز کے گھر اور ہاسپٹل میں دیکھ کر وہ ان کے گلے لگ کر کتنا رویا تھا۔

تب انہیں پہلی مرتبہ ادراک ہوا تھا کہ انکا بیٹا اس لڑکی سے اتنی محبت کرتا ہے کہ اسے تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا۔

عمیس اپنے کندھے سے لگے اسال کو دیکھ کر مزید پریشان ہو گیا تھا۔وہ شخص اسکی گڑیا سے کتنی محبت کرتا تھا وہ اسکا گواہ تھا۔اس نے اسال کی پسندیدگی تب سے نوٹ کرنی شروع کی تھی جب سے عمیر نے انکی دوستی کروانے کی کوششیں شروع کی تھیں۔پھر جب وہ گری تھی

اس دن ہاسپٹل میں بھی اسکی حالت دیکھ کر وہ پریشان ہو گیا تھا۔ اپنی پریشانی میں ہی وہ اس پر غصہ کر گیا تھا۔

وہ شخص اس پر دوسری نظر نہیں ڈالا کرتا تھا کہ کہیں وہ اسکے جزبات کو جان کر اس سے خائف ہی نہ ہو جائے۔ اسکی یونیورسٹی کو عمیس کے ساتھ اس نے بھی جوائن کیا تھا۔ وہ جان جان کر اس سے لفٹ مانگتا تھا تاکہ اس کے ساتھ کچھ وقت گزار سکے۔ اب اسے اس حال میں دیکھ کر وہ بکھر گیا تھا۔ اسے یہ دونوں وجود ہی بہت عزیز تھے۔

وہ آپریشن تھیٹر میں تھی۔ آپریشن جاری تھا۔ اسال سدھ بدھ بھلائے بیٹھا تھا۔ اسے وہ اچھی لگتی تھی۔ اسکا نام پرنسس اسی کی وجہ سے رکھا گیا تھا کیونکہ وہ اسے پرنسس کہتا تھا۔ وہ عمیر کو اس سے دور رکھتی تھی کہ کہیں وہ اسے چرا نہ لے۔ عمیر اسکا عشق تھا۔ وہ ہمیشہ عمیر اور عمیس کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھتی تھی۔ وہ جان بوجھ کر اسے چڑاتا تھا کہ وہ غصے میں اسے اور بھی اچھی لگتی تھی۔ جب ڈیڈی نے اس سے نکاح کی بات کی تو وہ فوراہاں کر گیا تھا کہ ان کا کہنا کہ وہ ہمیشہ کے لئے دور چلی جائے گی اسکے لئے سوہان روح تھا۔

نکاح کے بعد وہ اس سے مزید چڑ گئی تھی۔ وہ اس کے سامنے نہیں آتی تھی۔ اسے دیکھ کر کمرے میں بند ہو جاتی تھی۔ اسے اسکا رویہ تکلیف دیتا تھا۔ پھر جب عمیر نے انکی صلاح کروانے کی کوشش کی تو وہ کچھ حد تک نارمل ہوئی مگر فرینک نہیں ہوئی تھی۔

وہ دن اسکے لئے خوشی کا دن تھا جب تہمینہ نے کال کر کے اسے بلایا تھا کہ وہ اس سے ملنے آئی ہے۔ وہ پہلی بار اس سے مدد مانگنے آئی تھی۔ خود چل کر اسکے پاس آئی تھی۔ وہ زیبی اور سلمان کے نازیبا خط اسے دکھانے آئی تھی۔ ان کی وجہ سے وہ رو رہی تھی۔ اسکا دل کٹ کر رہ گیا تھا۔ اس نے انکی اچھی خاصی درگت بنائی تھی جس کا بدلہ لینے کے لئے وہ اسے کڈنیپ کرنا چاہتے تھے۔ اسلئے اس دن اس کے سر پر خون سوار ہو گیا تھا کہ کوئی اسکی عزت اسکی پرنسس کے ساتھ ایسا کیسے کر سکتا ہے؟

جس دن اس نے دوائی کے اثر میں سحر کو سب بتایا تب اسکے دل میں اسکی قدر اور بڑھی تھی کہ وہ اپنے گھر کی عورتوں کی باتیں محض اس لئے چھپا رہی تھی تاکہ گھر کا ماحول خراب نہ ہو۔ عمیر کا دل اپنے رشتوں سے خراب نہ ہو۔

وہ عروہ کی منگنی میں آئی تو مرینہ کی حرکت پر اسکا ردعمل اور اسے وہاں سے لے جانا اسال کو خوشگوار حیرت میں مبتلا کر گیا تھا۔ پھر اسکی بہن کی خاطر کسی کی پرواہ کئے بنا اپنے اور اسال کے رشتے کا بتانا اسکا مان بڑھا گیا تھا۔

عمیر کے امریکہ جانے کے بعد جب وہ دوبارہ اسکے سامنے روئی تو اسکا دل کیا کہ اسکے باپ کی جان لے لے جو بار بار اس کانچ کی گڑیا کو تکلیف دیتا تھا مگر اس کے کچھ کرنے سے پہلے ہی وہ ملک سے باہر چلا گیا۔ اور اب جب وہ اسے اپنے دل کا پیغام سنانا چاہتا تھا تو وہ اس سے دور جا رہی تھی۔ اسے اپنا آپ سنبھالنا مشکل لگ رہا تھا۔

آپریشن ہو گیا تھا۔ گولی نکال دی گئی تھی۔ وہ خطرے سے باہر تھی مگر خون بہت زیادہ بہہ گیا تھا۔ ہاسپٹل میں دو لوگ رک سکتے تھے۔ عمیر نے تو رکنا ہی تھا۔ اس سے پہلے کہ کوئی کچھ کہتا وہ سرخ آنکھیں اور متورم پپوٹوں کے ساتھ اسکے سامنے کھڑا ہوا۔

"پلیز بھائی میں اسے چھوڑ کر نہیں جاوں گا"۔ وہ بھرائی ہوئی آواز میں التجا کرتا ہوا بولا۔ عمیر نے اسے سینے سے لگا لیا۔ دونوں ہی رو دیئے تھے۔ وہ ان دونوں کو ہی اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز تھی۔

بہت مشکل سے سحر کو ڈیڈی لیکر گئے تھے۔ وہ دونوں رات بھر اسکے سرہانے جاگتے رہے تھے۔ فجر کے وقت جب وہ نماز کے لئے گیا تو اسے ہوش آیا تھا۔ سامنے عمیر کو دیکھ کر وہ ہلکا سا مسکرا دی۔

"میرا بچہ اتنا بڑا ہو گیا ہے کہ اپنے بابا پر چلنے والی گولی اس نے اپنے اوپر لے لی"۔ وہ اسکا ہاتھ تھامے آنسوؤں سے بولا۔ اس نے بمشکل دوسرے ہاتھ سے اسکے آنسو صاف کئے۔

"آئی لو یو سو مچ بابا"۔ وہ نقاہت سے بولی تو وہ مسکرا دیا۔

وہ جب آیا تب ڈاکٹر اسے چیک کر رہا تھا۔اس نے ایک نظر اسال پر ڈالی اور ہلکا سا مسکرا دی۔ وہ اسکا زرد چہرہ دیکھ کر مسکرا بھی نہیں سکا۔ڈاکٹر کے جانے کے بعد عمیر کچھ دیر اسکے پاس بیٹھ کر نفل پڑھنے چلا گیا۔وہ کرسی اسکے بیڈ کے پاس لے آیا۔

"ٹھیک ہو پرنسس؟"اس نے آنکھیں موندے سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد آنکھیں کھول کر اسے دیکھا جو اسی کو دیکھ رہا تھا۔

"کچھ چاہیئے؟"وہ نرمی سے بولا۔

"ماما سے بات کرنی ہے"۔اس نے بنا کچھ کہے سحر کا نمبر ملا دیا۔وہ نماز پڑھ کر تلاوت کر رہی تھی جب اسال کی کال آئی۔

"جلدی سے کہو اسال کہ اسے ہوش آگیا ہے"۔لاوڈ سپیکر میں اسکی پریشان آواز ابھری۔

"ماما"۔وہ بدکت بولی۔

"ماما کی جان"۔وہ روتے ہوئے بولی۔

"میرے پاس جلدی سے آجائیں"۔وہ کسی بچے کی طرح بولی۔سحر جانتی تھی کہ وہ اس کی گود میں سر رکھ کر اپنی تکلیف کم کرنا چاہتی تھی۔وہ آنکھیں رگڑنے لگی۔

"میرا بس چلے تو ابھی جاوں گڑیا۔جیسے ہی ہاسپٹل کا گیٹ کھلے گا تمہاری ماما تمہارے پاس ہونگی"۔وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔پھر ایک دو باتیں کرتی رہی تب تک وہ غنودگی میں چلی گئی۔

"آپی وہ سو گئی ہے"۔اسال نے اسے بتایا اور تسلی دیکر فون رکھ دیا۔

دو دن بعد اسے ڈسچارج کیا جانا تھا۔عمیر اسے جوس پلا رہا تھا۔ابی سامنے صوفے پر بیٹھے اخبار پڑھ رہے تھے۔انکل موبائل پر مصروف تھے۔سحر اسکے لئے سوپ بنانے گھر گئی ہوئی تھی۔

"بابا ایک بات مانیں گے"۔وہ اسکے کندھے پر سر رکھے آنکھیں موندے آہستہ سے بولی۔

"کہو میری جان"۔

"ہم یہاں سے سیدھا اپنے گھر چلیں۔لاہور"۔وہ جھجھکتے ہوئے بولی۔عمیر اور ابی کا دل کٹ کر رہ گیا۔

"کسی نے کچھ کہا ہے کیا؟"وہ نرمی سے اسکے بالوں میں ہاتھ چلاتے ہوئے بولا۔

"نہیں۔بس اپنے گھر چلیں"۔وہ ہنوز آنکھیں موندے بولی تو اس نے اسکے بالوں کو چوم لیا۔

"اوکے بے بی بٹ اسے فنش کرو"۔وہ جوس اسے دیتا ہوا بولا۔

عمیر خود اسے وہاں سے لے جانا چاہتا تھا مگر ڈاکٹر نے سفر کرنے سے منع کر دیا تھا۔ابی سب کچھ دیکھ رہے تھے مگر خاموش تھے۔شام کو انکل اور تہمینہ کو اسکے پاس چھوڑ کر وہ عمیر اور سحر کو گھر لے آئے تھے۔انہوں نے جویرہ کو چائے لانے کا کہا۔سب لاونج میں ہی بیٹھے تھے۔

"مجھے کچھ بات کرنی ہے آپ سب سے"۔ابی نے سب کو مخاطب کیا۔

"کل میری بچی کو ڈسچارج کیا جانا ہے۔وہ اسی گھر میں آئے گی۔اس لئے میں اسکے آنے سے پہلے کچھ باتیں کلیئر کرنا چاہتا ہوں"۔ابی سنجیدگی سے بولے۔

"رہنے دیں ابی"۔عمیر نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیوں رہنے دوں؟انہیں بھی پتا ہونا چاہیئے کہ یہ جو کچھ کر رہی ہیں ہمیں اسکا علم ہے"۔ابی اپنی طبیعت کے برعکس چلا کر بولے۔

"اگر وہ بچی کچھ کہتی نہیں ہے تو اسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم میں سے کوئی لاعلم ہے ان سب باتوں سے,ان سب طنزوں سے جو اس پر کئے جاتے ہیں"۔وہ غصے سے بولے۔

"میں آج آپ سب کو بتانا چاہتا ہوں کہ اسکا اس گھر میں کیا مقام ہے۔یہ گھر اماں جان اور بابا جان نے فیحہ کی ماں کے نام کر دیا تھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اعجاز کیسا انسان ہے۔میری بہن سب سہتی رہی اور سہتے سہتے مار دی گئی"۔وہ آخر میں پست آواز میں بولے۔

"فیحہ کی ماں اس بات سے انجان تھی۔شاید بابا جان کو علم ہو گیا تھا کہ انکے بعد اس گھر میں انکی لاڈلی نواسی کے ساتھ کیسا سلوک ہو گا۔اسلئے انہوں نے یہ گھر فیحہ کے نام کروا دیا تھا۔ قانونی طور پر یہ اسی کا گھر تھا,ہے اور رہے گا۔

وہ یہ سب جانتی ہے۔بابا جان نے مرنے سے پہلے ہی اسے یہ سب بتا دیا تھا۔پھر بھی اس نے کبھی کسی کو کچھ نہیں کہا۔سب کی لغویات سنتی رہی, سہتی رہی مگر کبھی شکایت تک نہیں کی۔ آج وہ اپنے ہی گھر میں آنے سے منع کر رہی ہے۔اپنے ہی گھر سے خوفزدہ ہے کیونکہ یہاں کے لوگ اس سے بیر رکھے ہوئے ہیں"۔وہ افسوس سے بولے۔

"میں آج سب کو آخری بار کہہ رہا ہوں جس جس کو اسکے یہاں رہنے سے تکلیف ہے وہ یہ گھر چھوڑ کر جا سکتا ہے۔جو یہاں رہے گا اگر اس نے میری بچی کو کچھ بھی کہا تو اسکا اس گھر سے اور اسکے رہنے والوں سے کوئی تعلق نہیں رہے گا"۔سب پر کڑی نظر ڈالتے وہ اپنا حکم سنا کر چلے گئے۔وہ کبھی کبھی ایسے فیصلے کیا کرتے تھے لیکن جب کرتے تھے تو اس پر ڈٹ جاتے تھے۔ انکی اس عادت سے سب ہی واقف تھے۔ڈیڈی نے دل ہی دل میں انکی اس قدم کو سراہا تھا کیونکہ وہ جانتے تھے اب اسے کچھ نہ کہنے پر وہ سب مجبور ہیں۔

اگلے دن ابی,ڈیڈی,عمیر اور اسال اسے گھر لائے تھے۔وہ کسی سے بھی نظریں ملائے بغیر عمیر کے سہارے آپا جان کے پاس آئی تھی۔انہوں نے اسے بہت سارا پیار کیا تھا اور بے شمار

دعائیں دیں۔ سلطانہ اور تہمینہ سے مل کر وہ عمیر کے سہارے اپنے روم میں آگئی تھی جو ابی کے روم کے ساتھ تھا۔ عمیر نے اسے لٹا دیا۔ وہ سحر کی گود میں سر رکھے لیٹی تھی۔

"کچھ کھاو گی؟" وہ اسکے بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے بولی تو اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"درد ہو رہا ہے؟" وہ فکر مندی سے بولی تو وہ مسکرا دی۔

"تھوڑا تھوڑا"۔ سحر نے جھک کر اسکا ماتھا چوم لیا۔ تھوڑی دیر میں اس کی گود میں سکون ملنے پر وہ سو گئی۔ اب وہ واقعی سکون سے سو سکتی تھی کہ اسکا باپ جیل میں بند تھا۔ پہلے ہی اس پر دھوکہ دہی کے بھی کئی مقدمات تھے۔ ان سب کو یقین تھا کہ اب اسے ایک لمبے عرصے تک وہیں رہنا تھا۔ دوسروں کی زندگی اجیرن کرنیوالے بھلا کہاں سکون سے رہتے ہیں۔ وہ ابھی اپنے انجام کو پہنچنے والا تھا۔

رات پیاس کی وجہ سے اسکی آنکھ کھلی تو کمرے میں اپنے ساتھ تہمینہ کو دیکھ کر چونکی۔ سحر کے خیال سے وہ اسکے پاس رکی تھیں کیونکہ جب سے وہ ہاسپٹل میں تھی وہ ٹھیک سے سوئی ہی نہیں تھی۔ وہ اسکی اٹھنے کی کوشش پر اٹھ گئیں۔

"سوری آنی"۔ وہ کچھ شرمندگی سے بولی۔

"میرا بچہ ایسے کیوں کہہ رہا ہے؟ بتاو کیا چاہیئے؟" وہ اسے پچکارتے ہوئے بولیں۔

"پانی"۔ وہ اٹھ کر اسے پانی پلانے لگیں۔

"تمہیں پتا ہے گڑیا تم مجھے بہت عزیز تھیں مگر جب سے پتا چلا ہے کہ تم میرے اسال کی دولہن ہو تو یقین مانو تم عزیز تر ہو گئی ہو"۔ وہ اسکے بال سہلاتے ہوئے بولیں وہ سرخ چہرہ پر تبسم بکھر گئی

اسکی صحت یابی پر گھر میں ڈنر رکھا گیا تھا۔ آنی کی فیملی, عروہ اور فرخ بھی انوائیٹڈ تھے۔ سب خوشگوار ماحول میں کھانا کھا رہے تھے۔ انکل نے موقع دیکھ کر رخصتی کی بات چھیڑی۔

"عمیر بیٹے ایک بیٹی کو رخصت کر کے گھر خالی کر چکا ہوں میں اب جلدی سے دوسری کو رخصت کروانا چاہتا ہوں تا کہ میرے گھر میں بھی رونق ہو"۔ انکل نے بہت خوبصورتی سے اسکی رخصتی کی بات کی تھی۔ سب ہی خوش ہوئے تھے۔ وہ سب سے انجان اپنے کمرے میں عروہ سے محو گفتگو تھی۔

"آپکی بیٹی ہے جب چاہیں لے جائیں"۔ ڈیڈی خوشدلی سے بولے۔

"ہمارا بس چلے تو اپنے ساتھ ہی اپنی بیٹی کو لے جائیں مگر کیا کریں عروہ نے طوفان کھڑا کر دینا ہے۔ اسے بہت شوق ہے بھائی کی بارات کا"۔ انکی بات پر سب ہنس دیئے۔

سب کے جانے کے بعد عمیر اسکے پاس آیا جو الماری میں گھسی کچھ کر رہی تھی۔
"بے بی"۔ اسکے بلانے پر وہ چونکی اور مسکرا کر اسکے پاس آئی۔

"مجھے بلا لیتے بابا"۔ وہ اسے لئے سامنے بیڈ پر بیٹھ گیا۔

"مجھے اپنی بیٹی سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔ آج انکل تمہاری رخصتی کی بات کر رہے تھے۔ وہ چاہتے ہیں کہ جلد از جلد تم رخصت ہو کر اس گھر میں چلی جاو"۔ وہ ایک دم آبدیدہ ہو کر اسکے کندھے سے لگ گئی۔

"بابا میں آپکے بغیر کیسے رہوں گی؟" اسکے گلوگیر لہجے میں کہنے پر وہ خود بھی آبدیدہ ہو گیا مگر پھر خود کو سنبھالتے ہوئے بولا۔

"میری بیٹی کو جب بھی میری یاد آئے گی وہ میرے پاس آسکتی ہے۔ میں خود بھی تو اس سے ملنے آیا کروں گا"۔ وہ اسکا چہرہ تھامے سمجھا رہا تھا۔ جو آنکھیں جھکائے اسی کو سن رہی تھی۔ اس نے مسکرا کر اسکا ماتھا چوم لیا۔

"مجھے پتا ہے میری بیٹی مجھے کبھی بھی مایوس نہیں کرے گی۔ وہ اسال کا اور سب گھر والوں کا اچھے سے خیال رکھے گی۔ اسال بھی تمہارا بہت خیال رکھے گا"۔ وہ اسے کندھے سے لگائے سمجھا رہا تھا۔ خود بھی اسکے جانے پر دکھی تھا مگر اسکے سامنے خود کو مضبوط کرنا لازمی تھا۔ اسے سمجھا کر اس مہینے کی آخر تاریخوں میں اسکی رخصتی رکھی گئی تھی۔

وہ سکن اور پستئے کلر کی میکسی میں دولہن بنی بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ نکاح تو پہلے ہی ہو چکا تھا سو کھانے کے بعد اسکی رخصتی تھی۔ کھانے کے بعد ہی اسال کو اسکے ساتھ لا کر بٹھایا گیا تھا۔ وہ شرم سے نظریں جھکا گئی۔

"بہت پیاری لگ رہو ہو پرنسس"۔ وہ اسکی طرف جھکتے ہوئے بولا تو وہ بلش کرنے لگی۔

"کچھ لوگ بہت خوش نظر آرہے ہیں آج"۔ عمیس اپنی گڑیا کے ساتھ بیٹھتا ہوا اسال سے بولا۔

"خود سوچیں بھائی پندرہ سال کا تھا جب نکاح ہوا اور اب جا کر رخصتی ہو رہی ہے۔یقین جانیں آپکی گڑیا کو پٹانا دنیا کا سب سے مشکل کام ہے۔ابھی تک کوشش کر رہا ہوں مگر ابھی بھی مکمل کامیابی نہیں ملی ہے۔پتا نہیں مجھ غریب کا کیا بنے گا؟"وہ آنکھوں میں شرارت لئے بے بسی سے بولا۔وہ منہ کھولے اسے دیکھ رہی تھی۔عمیس اپنی ہنسی ضبط کرتا ہوا بولا۔

"دیکھ لو گڑیا کیا کہہ رہا ہے؟یہ تم سے فلرٹ کرنے کی کوشش کر رہا تھا"۔

"ارے ایسا ویسا۔میں نے تو سوچا تھا کہ دھواں دار عشق کرروں گا مگر یہاں تو دوستی تک کے لئے موصوفہ کے باپ کا سہارا لینا پڑا"۔وہ غمگین صورت بنا کر بولا تبھی عمیر ادھر آیا تھا۔اسے حیران پریشان دیکھ کر اس سے وجہ پوچھنے لگا۔

"یہ بہت برے ہیں۔مجھے نہیں جانا انکے ساتھ"۔وہ آنکھوں میں آنسو لئے بولی۔اس سے پہلے کہ عمیر کچھ کہتا اسال نے اسکے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"بھائی, عمیس بھائی مزاق کر رہے تھے"۔وہ جلدی سے بولا کہ کہیں وہ بیچ میں رخصتی سے منع ہی نہ کر دے۔عمیس قہقہ لگا کر ہنس دیا۔

"عمیس بھائی اتنی مشکلوں سے یہ رخصتی ہو رہی ہے آپ کیوں میرے دشمن بنے ہوئے ہو؟" وہ دبے دبے غصے سے بولا تو وہ دونوں بھائی ہنس دیئے۔

"مزاق کر رہا تھا یہ مگر اب مزاق میں بھی تم نے میری بیٹی کو کچھ کہا تو دو لگاوں گا"۔ عمیر نے اسے پچکارتے ہوئے آخر میں اسال کو کہا جو اس روٹھی ہوئی لڑکی کو دیکھنے میں مگن تھا۔ تبھی عروہ ان کے پاس آئی تھی۔ سب کھانا کھا چکے تھے۔ وہ ان دونوں کو لیکر آپا جان اور سلطانہ کے پاس آگئی۔ تہمینہ بھی وہیں موجود تھیں۔ ممی نے جگہ بنا کر اسے اپنے اور آپا جان کے درمیان بٹھا دیا۔ اسال ماں کے پاس کھڑا تھا۔

"میری بیٹی آج بالکل پری لگ رہی ہے۔ بالکل اپنی ماں جیسی۔ آج وہ بہت خوش ہو گی"۔ آپا جان کی بات پر اسکی آنکھیں بھر آئیں۔ آپا جان نے سونے کے بہت خوبصورت کنگن اسکے ہاتھ میں پہناتے ہوئے کہا۔

"یہ تمہارے نانا جان کی امانت تھی میرے پاس۔ وہ چاہتے تھے کہ یہ میں تمہیں تب دوں جب تم دولہن بنو"۔ وہ آنسو بہاتی انکے کندھے سے لگ گئی۔ آپا جان نے اسے پیار کیا۔ سلطانہ بھی اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامے چومنے لگیں۔

"میری بیٹی اس دنیا کی سب سے پیاری بیٹی ہے"۔ انکے کہنے پر وہ مسکرا دی۔

"یہ کیا بات ہوئی بھلا؟" عروہ منہ پھلا کر بولی تو سب اسکی طرف متوجہ ہوئے۔

"سب بھابھی کی تعریفیں کر رہے ہیں مگر جسے کرنی چاہیئں وہ خاموشی سے کھڑا اپنی بیوی کو دیکھ دیکھ کر مسکرائے جا رہا ہے"۔ وہ خفگی سے اسال کا بھانڈا پھوڑتے ہوئے بولی۔ سب سے پہلے عمیس کا قہقہہ گونجا تھا۔ سب ہی ہنس دیئے تھے۔ وہ حیا سے سر جھکا گئی تھی۔

"ویسے اس چیٹر باکس کی بات غلط نہیں ہے"۔ عمیس نے عروہ کی ناک کھینچتے ہوئے کہا۔ آنکھوں میں ڈھیر ساری شرارت تھی۔

"مجھے جب اپنی بیوی کی۔ تعریف کرنی ہو گی میں کر دوں گا"۔ وہ مسکراتا ہوا بولا۔

"یہ غلط بات ہے دولہے میاں۔ مجھ سے آپ نے اپنی بہن کی تعریف میں گانا گانے کو کہا تھا۔ تب ہم نے آپکی بات مانی تھی آج آپکی باری ہے"۔ فرخ نے عروہ کا ساتھ دیتے ہوئے کہا۔

تہمینہ اور سلطانہ آپا جان کی وہیل چیئر لیے مہمانوں میں گم ہو گئی تھیں۔ وہ اب سر جھکائے سحر اور عمیر کے درمیان بیٹھی تھی۔

سب کے بے حد اسرار پر اس نے ایک نظر اسے دیکھا جو نظریں جھکائے بیٹھی تھی۔

تم حقیقت نہیں ہو حسرت ہو

اسال کی آواز کانوں سے ٹکرائی تو اس نے بے ساختہ پلکیں اٹھائیں۔ وہ اسی کو دیکھ رہا تھا۔ ایک لمحے کے لئے نظریں ملی تھیں۔ وہ اسکی آنکھوں میں موجود چمک کی تاب نہ لاتے ہوئے نظریں جھکا گئی۔ اسال کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

تم حقیقت نہیں ہو حسرت ہو
جو ملے خواب میں وہ دولت ہو
میں تمہارے ہی دم سے زندہ ہوں
مر ہی جاوں جو تم سے فرصت ہو
تم ہو تو خوشبو کے خواب کی خوشبو
اور اتنی ہی بے مروت ہو
تم ہو پہلو میں پر قرار نہیں
یعنی ایسا ہے جیسے فرقت ہو
کس طرح چھوڑ دوں تمہیں جاناں
تم مری زندگی کی عادت ہو
کس لئے دیکھتی ہو آئینہ
تم تو خود سے بھی خوبصورت ہو

داستاں ختم ہونے والی ہے

تم مری آخری محبت ہو

اسال نے اسے دیکھ کر غزل پوری کی تھی۔ اسکے چہرے کے بدلتے رنگ اس کی خوبصورتی میں اضافہ کر گئے تھے۔ اسے اپنی پرنسس پر ٹوٹ کر پیار آیا تھا جو سب کے اسکی طرف متوجہ ہونے پر عمیر کے کندھے میں چہرہ چھپا گئی تھی۔ عمیر نے دل سے ان دونوں کے خوش رہنے کی دعا کی تھی کہ وہ دونوں ہی اسکو دل و جان سے عزیز تھے۔

New Era Magazine

نوٹ

آخری محبت از حجاب فاطمہ کو پڑھنے کے بعد اپنی رائے سے ضرور آگاہ کریں۔ نظر ثانی کرتے ہوئے اس بات کو یقینی بنایا گیا ہے کہ کسی قسم کی غلطی نہ ہو اگر پھر بھی کوئی غلطی رہ گئی ہو تو اس کی نشاندہی ضرور کریں تا کہ ہم اس کو بہتر کر سکیں۔

تعاون کا طلبگار

ادارہ (نیو ایرا میگزین)

New Era Magazine